فیصل آباد
پاکستان

ماہنامہ

ملّیۃ

رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ بمطابق اگست ستمبر 2009ء



مُطاعِ جہانیاں

سپہرِ اَوج پہ ہے نام مرتسم انؐ کا
فرازِ عرش پہ رقصاں ہُوا علم اُنؐ کا

وہی تو رُویتِ باری سے شادکام ہوئے
نشانِ راہِ سعادت ہُوا قدم اُنؐ کا

انہیؐ کی ذات ہے آئینۂ کمالِ صفات
چمن طراز بہر سُو ہے کیف و کم اُنؐ کا

بہارِ گلشنِ عالم ہے انؐ کے دم سے جواں
رخِ حیات پہ ہے غازۂ کرم اُنؐ کا

قدم قدم پہ عیاں انؐ کی معجزہ کاری
کرشمہ سنج ہوا یوں اَمرِ محتشم اُنؐ کا

انہیؐ کا ذکر ''رفعنا'' کا مظہرِ اکمل
نہیں ہے خلق میں کوئی بھی ہم قدم اُنؐ کا

انہیؐ کا تذکرہ ہر سمت کائنات میں ہے
فضا میں گونجتا ہے نام دم بہ دم اُنؐ کا

حریمِ مُصطفویؐ ہے جہانِ قبلہ نُما
مثالِ مہر جہاں تاب ہے حرم اُنؐ کا

سَنَد سے ہو گئے ساقط مذاہبِ عالم
رہِ نجات رہا دینِ معتصم اُنؐ کا

محیطِ دہر میں طوفاں بپا ہُوئے کیا کیا
اَبد نشاں ہے مگر جادۂ حشم اُنؐ کا

اٹھے مسیلمہ کے جانشیں ہزار، مگر
کسی سے ہو نہ سکا نام کالعدم اُنؐ کا

ستم گرانِ جہاں درپئے ستم تھے مگر
ہوا مطیع بالآخر عرب عجم اُنؐ کا

وہ کائنات میں سب سے وجیہہ ٹھہرے ہیں
تمام خلق میں اعلیٰ ہے دم قدم اُنؐ کا

انہیؐ کی ذات مُطاعِ جہانیاں ٹھہری
جہاں میں نام ہے پیغمبرِ امم اُنؐ کا

زبانِ خلق پہ نام ان کا محسنِ اعدا
کہ جانِ تذکرۂ فیض ہے کرم اُنؐ کا

خصائص اور محاسن ہیں بے شمار انؐ کے
احاطہ کیسے کرے کوئی مُو قلم اُنؐ کا

تغیرات کی زد میں ہے گو، جہان متیںؔ
بشانِ خاص ہے کردار تازہ دم انؐ کا

محمد بشیر متین فطرت صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ
ملّیہ
فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

رمضان ۱۴۳۰ھ جلد نمبر 5
بمطابق
اگست، ستمبر 2009ء شمارہ نمبر 9

فہرست مضامین

بیاد
حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ

بفیض
حضرت سید نفیس الحسینی
رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست
ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر
جمیل الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر
جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 20 روپے
پاکستان میں سالانہ 200 روپے
سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 40 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے
زیر اہتمام ملّیہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ
محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد
041-8711569
0321-6611910

ناشر...... حبیب الرحمٰن لدھیانوی مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد Decl No. 3483-85

کلمة الحبیب

دہشت بوئی

مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

بھگت سنگھ کا نام برصغیر کی آزادی کے ان متوالوں میں لیا جاتا ہے جنہوں نے انگریز کے خلاف ہتھیار اٹھایا اور اس کی پاداش میں اس کو پھانسی دیدی گئی۔ مگر آج تک اس کو آزادی ہند کا ہیرو کہا جاتا ہے۔ بھگت سنگھ ایک ایسے سکھ گھرانے کا فرد تھا جو کہ تحریک آزادی ہند میں سرگرم تھا اور عدم تشدد کا قائل تھا۔ مگر عدم تشدد کے قائل خاندان کا یہ فرد کیوں تشدد پر آمادہ ہوا؟۔ انگریز گورنمنٹ میں اس پر بم بنانے کا مقدمہ دائر کرکے اس پر تشدد کیا گیا اور ۱۹۲۷ء میں اس پر لاہور میں دسہرہ بم کیس بنا کر شاہی قلعہ میں تشدد کیا گیا۔ وہ پہلے ہی گورنر اڈوائر کی اس وحشیانہ گولی چلانے پر مشتعل تھا جو کہ اس نے ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ امرتسر میں چلائی تھی، جس کی وجہ سے وہاں پر کثیر تعداد میں مسلمان، ہندو، سکھ مارے گئے۔ اس نے قلعہ سے رہائی پاتے ہی ''بھارت سبھا انقلابی'' پارٹی بنائی۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء میں سائمن کمیشن کی آمد پر لاہور میں جو مظاہرے ہوئے ان پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا اس میں ایک ہندو لیڈر لالہ لاجپت رائے زخمی ہوکر انتقال کرگئے۔ اس کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے بھگت سنگھ اور اس کے ساتھیوں نے انگریز پولیس کپتان مسٹر سانڈرس کو ۱۷ دسمبر ۱۹۲۹ء کو لاہور میں گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے دہلی کے اسمبلی ہال پر بم پھینکا اور خود غائب ہوگئے۔ ان کی عدم موجودگی میں ان پر مقدمہ چلا کر سزائے موت سنادی گئی۔ بعد میں گرفتار کرکے ۲۳ مارچ ۱۹۳۱ء کو شام پانچ بجے بھگت سنگھ اور اس کے ساتھیوں کو پھانسی دیدی گئی۔ جنرل اڈوائر جس نے جلیانوالہ باغ میں گولی چلائی تھی اس کو سکھ عقیدے سے تعلق رکھنے والے ایک سکھ نے غالباً ۱۹۳۶ء میں لندن میں جاکر پارلیمنٹ کے سامنے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس سکھ نوجوان کو گرفتار کرلیا گیا، جب اس سے اس کا نام پوچھا گیا تو اس نے اپنا نام رام محمد سنگھ بتایا۔ اس سے اس نام کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ جلیانوالہ

باغ میں جن لوگوں پر گولی چلائی گئی تھی ان میں ہندو تھے اس لیئے میرے نام میں رام ہے۔ اس میں مسلمان بھی تھے، اسلئے میرے نام میں محمد ہے۔ اس میں سکھ بھی مارے گئے اس لیئے میرے نام میں سنگھ ہے۔ میں نے تینوں قوموں کی طرف سے جنرل اڈوائر سے انتقام لیا ہے۔

یہ تو تھے غیر مسلم قوم کے لوگ۔ جس طرح ۱۳ راپریل ۱۹۱۹ء کا دن جلیانوالہ باغ میں انگریزی حکومت کی طرف سے قتل عام کی وجہ سے مشہور ہے اسی طرح ۲۳ راپریل ۱۹۳۰ء پشاور میں "قصہ خانی بازار" انگریزی حکومت کے قتل عام کی وجہ سے مشہور ہے۔ انگریزی حکومت نے ملک میں نمک کا ایک ایکٹ نافذ کیا کہ کوئی بھی شخص ذاتی طور پر نہ نمک بنا سکتا ہے اور نہ ہی نمک کی کان استعمال کرسکتا ہے۔ اس قانون کو توڑنے کے لیئے ہندوستان میں "نمک ستیہ گرہ" کے نام سے تحریک چلائی گئی۔ سمندری پانی سے بھی نمک بنایا جاتا تھا۔ گاندھی نے ڈانڈی میں ۶ راپریل ۱۹۳۰ء کو نمک بنا کر قانون توڑا تو ہندوستان میں یہ تحریک پھیل گئی۔ صوبہ سرحد میں بھی اس پر عمل ہونے کو تھا۔ پشاور کے قریب چارسدہ میں ۱۸ تا ۲۰ راپریل کو اس سلسلہ میں ایک کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس میں پنجاب سے مولانا ظفر علی خان مرحوم اور مولانا عبدالقادر قصوری مرحوم نے شامل ہونا تھا۔ سرحد کے عوام ان لوگوں کے استقبال کے لیئے پشاور ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو پتہ چلا کہ گورنمنٹ نے ان لوگوں کا صوبہ سرحد میں داخلہ ممنوع قرار دیدیا ہے۔ اس پر احتجاجی جلسہ ہوا۔ نیز سرحد کے تمام اہم رہنماؤں مفتی سرحد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، آغا سید لال بادشاہ، سردار عبدالرب نشتر، ارباب عبدالغفور مرحومین وغیرہ کو گرفتار کرلیا گیا۔ جس سے عوام میں جوش پیدا ہوگیا۔ عوام احتجاج کر کے واپس آرہے تھے کہ ان پر انگریز فوج نے اندھا دھند گولیاں چلانا شروع کردیں۔ جوان "اللہ اکبر" کا نعرہ لگا کر انگریز کی گولی اپنے سینے پر کھاتا اور گر جاتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے قصہ خوانی بازار چوک یادگار تک شہیدوں سے بھر گیا۔ یہ ۲۳ راپریل ۱۹۳۰ء کا دن تھا، اس خونی حادثہ میں پانچ سو سے زائد سرحدی نوجوان شہید ہوئے۔ اسی طرح پشاور کے بعد کوہاٹ اور مردان میں بھی انگریز نے نہتے سرحدی نوجوانوں پر گولیاں چلائیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرحدی نوجوان اسلحہ لے کر باہر نکل آئے، اور جہاں کسی انگریز کو دیکھتے گولی ماردیتے۔ اگر قاتل گرفتار ہوجاتا تو وہ عدالت میں صرف یہی بیان دیتا کہ "میں نے انگریز کو بطور ثواب کے مارا ہے، میں غازی ہوں"۔ سرسری سماعت کے بعد ان کو فوری طور پر پھانسی پر لٹکا دیا جاتا۔ چنانچہ ان دنوں ایک شخص غازی حبیب نور نے مسٹر ہارلس مجسٹریٹ درجہ اول کو چارسدہ کی عدالت میں داخل ہوکر اپنی گولی کا نشانہ بنایا۔ گرفتاری کے بعد حبیب نور نے اقبال جرم کرتے ہوئے

کہا ''میرے باپ اور چچا کو انگریزوں نے مار دیا تھا میں نے اس کا انتقام لینے کے لیے یہ کارروائی کی ہے''۔ اس پر عدالت نے حبیب نور کو ریگولیشن نمبر ۴ مجریہ ۱۹۰۱ کی دفعہ نمبر ۲ کے تحت اسی دن پھانسی کا حکم دیدیا اور اگلے دن پشاور میں اسے پھانسی دیدی گئی۔

بھگت سنگھ اور حبیب نور کی پھانسی کا زمانہ قریب ہی تھا۔ ۱۹ فروری ۱۹۳۱ کو حبیب نور اور ۲۳ مارچ ۱۹۳۱ کو بھگت سنگھ کو پھانسی دی گئی۔ بھگت سنگھ کی لاش کو ٹکڑے کرکے اور جلا کر دریائے ستلج میں بہایا گیا تھا۔ حبیب نور کی لاش دریائے اٹک کے پار پھانسی دیکر لٹکائی گئی بعد میں اس کو دفن کیا گیا۔ اس پر مولانا ظفر علی خان نے کہا تھا۔

بہا دینا کسی کی راکھ کو ستلج کی موجوں میں
کسی کی لاش اٹک کے پار خاک و خوں میں تڑپانا
زوال اس سلطنت کا ٹل نہیں سکتا ہے ٹالے سے
کہ اپنی ہی رعایا سے پڑا ہو جس کو ٹکرانا

یہ لوگ وہ تھے جنہوں نے آزادی ہند کے لیے وہ سب کچھ کر ڈالا جو کہ عام سوچ سے باہر تھا۔ اس وقت ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتیں اپنے آپ کو عدم تشدد کا پیروکار سمجھتی تھیں۔ مگر عدالتی فیصلوں میں ان لوگوں کو پھانسیاں پانے کے بعد کسی بھی عدم تشدد کی پیرو جماعت یا لیڈر نے بھی ان کو دہشت گرد، شدت پسند یا انتہا پسند نہیں کہا۔ بلکہ آج تو ہندوستان میں حکومتی سطح پر بھگت سنگھ جیسے لوگوں کی پھانسی کی تاریخوں کے دنوں کو ان کی یاد کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ان کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اس وقت کی غیر ملکی غاصب حکومت کو اپنے ملک سے نکالنے کے لیے تحریک چلائی تھی۔

میں ایک بات واضح کردوں کہ برٹش ایمپائر کے ساتھ ہمارے بڑوں کی لڑائی اس وقت تک تھی جب تک وہ برصغیر پر قابض رہا مگر جب وہ اپنا بوریا بستر لپیٹ کر یہاں سے چلا گیا تو ہمارے بڑوں کی لڑائی ختم ہوگئی۔ انگریز جاتے جاتے پاکستان کے مسلمانوں کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دے گیا جنہوں نے آزادی کے لیے ایک تنکا تک نہیں توڑا۔ بلکہ وہ انگریزی حکومت کے دوام میں لگے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد سے اب تک انہی کی اولادیں ہم پر حکمران چلی آرہی ہیں۔ کسی کا پردادا انگریز کے کتے نہلاتا تھا تو کسی کا پرنانا انگریز کے بوٹ پالش کیا کرتا تھا۔ کسی کا دادا انگریز کے گھوڑوں کی مالش کیا کرتا تھا تو کسی کا نانا انگریز کے تانگے کے آگے گھوڑے کی جگہ جت جاتا تھا۔ کوئی انگریز کے لیے مخبری کرکے اپنی زمینداری میں اضافہ کرتا تھا تو کوئی کسی کو گرفتار کروا کر اپنے

لیے مال جمع کیا کرتا تھا۔

انگریز نے ہندوستان میں اپنے لیے وی۔آئی۔پی۔ نظام متعارف کرایا۔ اس کا یہ نظام صرف اپنی حفاظت کے لیے تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ہندوستان کے عوام انگریز سے نفرت کرتے تھے۔ ان شدت پسندوں کی جنگ غیر مسلم، غیر ملکی اور غاصب حکمرانوں کے خلاف تھی۔ جبکہ ہمارے ملک میں ان شدت پسندوں کی جنگ اپنے ہی حکمرانوں کے خلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے اپنے ہی ملک میں وی۔آئی۔پی۔ نظام انگریز سے بھی کئی گنا زیادہ طاقتور طریقہ سے صرف اس لیے نافذ کیا کہ ہمارے ملک کے حکمران اپنے ہی عوام سے نفرت کرتے ہیں۔ انگریز نے یہ نظام اپنے ملک میں متعارف نہیں کرایا اس لیے کہ نہ وہ اپنی قوم سے نفرت کرتا ہے اور نہ وہاں کے لوگ اپنے حکمرانوں سے نفرت کرتے ہیں۔ انگریز اپنے ملک اور اپنی قوم کا وفادار ہے اور ہمارے موروثی حکمران اپنی قوم کے دشمن اور انگریز کے وفادار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں قوم کے ساتھ وہی کچھ کیا جا رہا ہے جو کہ انگریز کیا کرتا تھا۔

ہندوستان میں انگریزی دورِ حکومت میں تشدد کا دائرہ افراد تک محدود تھا، مگر ہمارے حکمرانوں کے طرزِ عمل نے ہمارے ملک میں متشدد لوگوں کے لشکروں کے لشکر پیدا کر دیے۔

آجکل ہمارے ملک میں وہ کچھ ہو رہا ہے جس کا کبھی سوچا بھی نہیں گیا تھا۔ افغانستان میں جب روسی فوج داخل ہوئی تو جن لوگوں نے اس کا مقابلہ کیا، وہ غازی یا شہید کہلائے، مگر جب امریکہ نے افغانستان پر قبضہ کیا اور اب جو لوگ اس کے قبضے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں ان کو ہم لوگ دہشت گرد، شدت پسند اور انتہا پسند کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ وہی کچھ کر رہے ہیں جو کچھ ان لوگوں نے روس کے خلاف کیا تھا۔ چلیے ہم اس بات سے اتفاق کر لیتے ہیں کہ افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ غیر ملکی فوجوں کے قبضے کی بنیاد پر ہو رہا ہے، مگر ہمارے ہاں تو یہ صورت نہیں ہے۔ ہمارے ملک پر کوئی غیر ملکی فوج قابض نہیں ہے۔ ہم نے بھی وہی کچھ کرنا شروع کر دیا جو کہ وہاں پر غیر ملکی فوجیں کر رہی ہیں۔

اگر ہم غور کریں تو ہمارے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ۲۰۰۴ء تک ہمارے ہاں یہ کیفیت نہیں تھی۔ ہم نے ۲۰۰۴ء میں اپنے ہی ملک میں آپریشن شروع کیا تھا۔ باجوڑ کے علاقے میں ہم نے آپریشن شروع کیا۔ یہ کس کے کہنے اور کس کی رضامندی کے لیے کیا، اس پر دلائل دینے کی ضرورت نہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ قبائلی علاقوں میں کبھی ایسی صورتحال نہیں تھی۔ وہ لوگ پاکستان سے انتہائی مخلص تھے اور اب بھی ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی پاکستان کی فوج سے معرکہ آرائی نہیں کی۔ مگر وہاں اب لشکروں کے لشکر ہماری پاک فوج کے ساتھ مزاحمت کر رہے ہیں۔ وہاں مولوی نیک محمد، عبداللہ محسود، بیت اللہ محسود، مولوی فضل اللہ وغیرہ کے لشکر موجود ہیں۔ ان میں سے جو لوگ مار دیے جاتے ہیں ان کی جگہ دوسرا آ جاتا ہے۔ جو لوگ گرفتار ہوتے ہیں ان لوگوں کے بیانات جب میڈیا کے ذریعے

آتے ہیں ان میں وہی وجہ بیان کی جاتی ہے جو کہ حبیب نور وغیرہ نے ۱۹۴۳ء میں عدالتوں میں دیئے تھے۔

ہمارے حکمران شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار بننے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے لیئے ہم ایسے قدم اٹھاتے ہیں کہ شاہ بھی وفاداری کے اس جذبے کی داد دینے کے لیئے بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔ شاہوں کے پاس اتنی وفاداری کے صلے میں دینے کے لیئے بہت کچھ سوچنا پڑتا ہوگا۔

مثلاً ہمارے منکر الحرام حکمران قبائلی علاقوں کی جنگ کو اسلام آباد تک لے آئے اور لال مسجد میں سینکڑوں بے گناہ بچوں اور بچیوں کو شاہ کی وفاداری میں زندہ جلا دیا۔ انسانی حقوق کی کسی تنظیم پر جوں تک نہیں رینگی، اس لیئے کہ اس کے بدلے میں انہیں انتہائی خطیر رقم کی امید نہیں تھی۔ لال مسجد میں قبائلی علاقوں، سوات اور کشمیر کے لوگوں کی اولادیں دین کی تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔ جب ان کے خلاف ایکشن لیا جا رہا تھا تو کہنے والوں نے کہا تھا کہ اس کا ردعمل بڑا سخت ہوگا۔ مگر کسی کو کیا پرواہ تھی۔ وہ کر دکھایا جو کہ ان کے آقاؤں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کا ردعمل شروع ہو گیا۔ اس کے جواب میں خودکش حملے شروع ہو گئے۔ جب ان میں تیزی آ گئی تو یہ حکمران لوگ مولویوں کی طرف بھاگے۔ کہ آپ فتویٰ دیں کہ خودکش حملے حرام ہیں۔ عجیب بات ہے کہ جب لال مسجد میں آپریشن کیا جا رہا تھا تو اس وقت کسی نے بھی اس کے حلال و حرام پر فتویٰ نہیں لیا۔ بلکہ جو علماء وہاں پر صلح صفائی کے لیئے گئے تھے ان کو میڈیا کے ذریعے بدنام کیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خودکش حملہ کرنے والوں نے ان علماء کو بھی نہیں چھوڑا جنہوں نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا تھا۔

سوویت یونین کو جب مجاہدین اسلام و افغانستان نے شکست دیدی۔ چونکہ امریکہ نے مجاہدین کی اس وقت اسلحہ، ٹریننگ اور پیسے سے ان کی مدد کی تھی اس لیئے امریکہ کے ذہن میں تھا کہ افغانستان میں مجاہدین کو شکست دینا مشکل نہیں۔ مگر جب مزاحمت طویل ہو گئی تو امریکہ نے ایک دن ایک تھنک ٹینک سے سوال کیا کہ "یہ بتاؤ کہ افغانستان میں سوویت یونین کو کیسے شکست ہوئی تھی"؟ تھنک ٹینک نے جواب میں بتایا کہ "جب افغانستان میں مجاہدین پر روسی طیاروں کی بمباری ہوتی تو وہاں کے عوام پڑوسی ملک پاکستان کے صوبہ سرحد میں پناہ لے لیتے۔ وہ اپنے بیوی بچوں کو محفوظ خیمہ بستی میں چھوڑ کر تازہ دم ہو کر افغانستان میں لڑنے کے لیئے پہنچ جاتے تھے۔ پاکستان کی حکومت اور فوج دونوں ان کی مدد کرتے تھے امریکہ بھی ان کی امداد کرتا" تب امریکہ نے یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان میں ان افغانوں کی محفوظ پناہ گاہیں ختم کر دی جائیں۔ اور پاکستان کی فوج اور حکومت کو مجبور کیا کہ وہ ان کو نہ صرف پناہ نہ دیں بلکہ ان کے خلاف فوجی آپریشن کریں۔ ورنہ نتائج کے لیئے تیار رہو۔ چنانچہ ۲۰۰۴ء میں اس پر عمل شروع ہوا امریکہ کے اس فیصلے کے بعد صوبہ سرحد میں افغانوں کی تحقیق شروع ہو گئی۔ پاکستانی طالبان کی اصطلاح گھڑی گئی، راکٹ لانچر فائر کیئے گئے۔ مدرسوں پر میزائل داغے

جانے لگے۔ دینی مدارس کو دہشت گردی کے اڈے کہا جانے لگا۔ دیہات پر بمباری ہونے لگی۔ طالبان کے نام پر افسانے عام ہونے لگے۔ فلمیں بنیں اور چلائی گئیں۔ جس میں کوڑے کھانے والی لڑکی کو کوڑے کھانے کے بعد اچھل کر کھڑی اور جس چال سے چلتی ہوئی دکھائی گئی وہ اس بات کی صاف غمازی کر رہی تھی کہ وہ ایک امریکی میرین ہے۔ جس کو بے چہرہ فلم کی ہیروئن بنایا گیا۔ اس فلم میں تماشائی، ظالم اور مظلوم سب کے چہرے چھپے ہوئے تھے۔ پاکستانی نام کے طالبان کے افسانے بھی عروج پر ہیں کہ اتنے طالبان مارے گئے جب ان کو غسل دینے کا وقت آیا تو پتہ چلا کہ وہ غیر مختون ہیں اس لیے غیر مسلم ہیں۔ اسی طرح کہا گیا کہ یوکرائن کے دو سپاہی بھی طالبان کے روپ میں پکڑے گئے اور کہا گیا کہ میڈیا پر دکھایا جائے گا، مگر تا ہنوز ان کی چہرہ نمائی نہیں ہو سکی۔

اب یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ خودکش حملہ کرنے والوں کو یہ مولوی ہی یہ راہ دکھا رہے ہیں اور ان کو جنت کے پروانے اور حور وغلمان کا لالچ دے کر بہکایا جا رہا ہے۔ اس پر ایک دفع ٹی وی پر ایک نوجوان کو دہشت گرد اور خودکش حملہ آور کے طور پر پیش کیا۔ جس نے کہا کہ جنت میں ۷۲ حوریں ہمارے استقبال کے لیے کھڑی ہیں۔ یہ ڈرامہ بنا کر لوگوں کو دکھایا گیا تھا۔ حالانکہ خودکش حملہ آور جو اپنی جان دینے پر تل گیا ہو وہ کبھی اپنے راز کو فاش نہیں کرتا۔ یہ ڈرامہ کوئی نیا نہیں اس سے پہلے بھی ایسے افسانوی ڈرامے ترتیب دیکر دکھائے جا چکے ہیں۔

بالفرض اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی کسی ملزم کو اقرار کرانے کے لیے یہ کونسا قانونی طریقہ ہے۔ آج تک کبھی کسی نے امریکہ یا برطانیہ میں گیارہ ستمبر یا برطانیہ میں سیون سیون کے الزام میں گرفتار کسی بھی ملزم کا ٹی وی پر ایسا انٹرویو دیکھا؟۔ ہمارے ملک میں کیوں دکھایا جا رہا ہے، وہ اس لیے کہ پروگرام یہ ہے کہ اس ملک میں مذہب کے نام پر جتنی بھی قوتیں ہیں ان کو بدنام کر کے ان پر پابندی لگا دی جائے۔

اس کو چھوڑیے بلوچستان کو لے لیجیے کیا وہاں پر اکبر بگٹی بھی اسی طرح کا انتہا پسند تھا، کیا وہ بھی لوگوں کو جنت کا راستہ دکھاتا تھا؟ کیا وہ بھی خودکش حملوں کے لیے لوگوں کا ذہن بناتا تھا؟۔ اگر یہ سب کچھ نہیں ہے تو پھر اکبر بگٹی کو کیوں مارا گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے حاکمان ذی عار اپنے ایسے کسی بھی مخالف کو پسند نہیں کرتے جو ان کے مفادات کو نقصان پہنچائے۔ قبائلی علاقوں سے فارغ ہو کر اب جنوبی پنجاب کی طرف اشارے ہو رہے ہیں۔ یہ کیا ہے صرف یہی کہ اس ملک کو شدت پسند ظاہر کر کے ناکام ریاست بنایا جائے؟۔

توہین قرآن پر سانحہ گوجرہ

گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ جو کہ فیصل آباد سے تقریباً پینتالیس کلومیٹر دور ہے میں ماہ جولائی کے آخر میں عیسائیوں کی ایک بستی کو آگ لگا دی گئی۔ جس میں اطلاعات کے مطابق سات افراد ہلاک ہو گئے۔ اس پر پورے ملک میں میڈیا وار شروع ہو گئی۔ اس کی مذمت ہر کسی نے اپنے اپنے انداز میں کی اور یہ اب بھی تک جاری ہے۔ اس فعل کی ہر وہ شخص جو کہ صاحب ایمان ہے کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ اسلام نے اسلامی حکومت میں غیر مسلم اقلیتوں کو جتنے حقوق دیئے ہیں اس کا کوئی سیکولر حکومت بھی تصور نہیں کر سکتی۔

فقہاء نے اس سلسلہ میں قانون بنا دیئے ہیں جو کہ ایک قسم کا غیر مسلم کا پرسنل لاء ہے۔

''کہ اہل ذمہ (یعنی وہ غیر مسلم جو مسلمان ممالک میں رہائش پذیر ہیں) دین کے معاملہ میں ہمارے احکام کے پابند نہیں ہیں اور ان معاملات میں جس میں ان کے مذہبی عقائد اسلامی عقائد کے مخالف ہوں'' (ہدایہ ج ۲، باب النکاح الکافر) ''ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان غیر مسلموں کو ان کے مذہبی معاملات میں آزاد چھوڑ دیں۔''

اس عبارت کی تشریح میں مولانا عبدالحئی فرنگی محلی فرماتے ہیں! ''ان کی کسی ایسی بات پر روک ٹوک نہیں ہوگی جو ان کے عقیدے کے موافق ہو اور ہمارے مذہب اسلام کے خلاف ہو'' وہ اس سے بھی بڑی باتوں میں بھی بااختیار ہوں گے، جیسے شرک، شراب نوشی اور سور کا گوشت کھانا۔

اس معاملے میں اسلام نے باقاعدہ جہاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ جہاد کی یہ شکل اس لئے ہے تاکہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کے عبادت خانے محفوظ ہو جائیں۔ وہ کسی بھی مذہب کے ہوں اس میں قرآن پڑھا جائے یا انجیل یا تورات یا اسلام کے علاوہ اور دوسرے مذاہب کی کتابیں۔ یہ ہر صورت میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ جیسے کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے: وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا (الحج: ۴۰)

''اگر اللہ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے دور نہ کرتے تو عبادت خانے اور گرجے اور یہودیوں کے معبد اور مساجد ڈھا دیئے جاتے، جہاں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے''

''یہاں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے مساجد کا آخر میں ذکر کر کے اسلام کے علاوہ دوسرے تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح اسلام نے دیگر

مذاہب کے تہواروں پر بھی پابندی لگانے کا حکم نہیں دیا۔غیر مسلم اگر شراب پینا چاہیں، سور کا گوشت کھانا چاہیں، شراب کی خرید فروخت کرنا چاہیں تو اس سے منع نہیں کیا جائے گا البتہ غیر مسلموں کو اس بات پر پابند کیا جائے گا کہ وہ ان چیزوں کو مثلاً شراب، خنزیر اور دوسری ممنوع چیزیں مسلمانوں کو فروخت نہ کریں۔اسلام میں مسلمان کے لئے شراب پینے کی سزا حد ہے۔اور حد اسی کوڑے ہیں۔مگر غیر مسلم کے لئے شراب پینے پر کوئی حد نہیں۔اسی طرح غیر مسلم کو لباس کے معاملے میں نہیں روکا جا سکے گا۔ مسلمان مردوں کے لئے اسلام میں ریشم کا لباس اور سونے چاندی کے زیورات پہننا منع ہے۔مگر غیر مسلم کے لئے منع نہیں ہے۔''اور کسی (غیر مسلم) کو ریشم اور سونا پہننے سے منع نہیں کیا جا سکتا۔اسی طرح شراب اور زنا پر غیر مسلم کے لئے حد نہیں ہے۔حدود صرف مسلمانوں کے لئے ہیں۔وہ تین ہیں (۱) شراب پینے پر اسی کوڑے (۲) زنا کرنے پر غیر شادی شدہ اسی کوڑے، شادی شدہ پر سنگساری (۳) چوری پر ہاتھ کاٹنا۔یہ تینوں حدود مسلمانوں کے لئے ہیں۔یہ بات ذہن میں رکھیں کہ زنا اور شراب کے متعلق فقہا نے تصریح کردی ہے۔کہ غیر مسلموں پر حد جاری نہیں ہوگی۔

ان سب کے باوجود غیر مسلموں کو اجتماعی معاملات میں مرتب دستور کی پابندی کرنا ہوگی۔اجتماعی معاملات میں احکام کی پابندی کرنا ہوگی۔مذہبی معاملات میں نہیں۔یعنی وہ امور جو مسلم اور غیر مسلم میں مشترک ہوں، جن کا نفع اور نقصان دونوں کے لئے برابر ہو۔جس میں آخرت اور قیامت کی بحث نہ ہو۔مثلاً ڈاکہ، قتل، لوٹ کھسوٹ، ٹیکس، تجارت، سود وغیرہ۔

ذمہ اور عہد کی اصطلاح شریعت اسلامیہ میں استعمال ہوتی ہے۔یہ کتاب وسنت سے لئے گئے ہیں۔جعل لهم ذمة الله و عهده ان لا يفتنوا عن دينهم و لا يعشروا'' (مسلمانوں کی طرف سے) ان کو اللہ کا ذمہ اور عہد دیا ہے کہ وہ اپنے دین سے نہ ہٹیں گے اور نہ عشر دیں گے''

اسلام نے جو تحفظات غیر مسلموں کو دیئے ہیں اس کی تفصیل رسول اللہ ﷺ کے اس معاہدے سے معلوم کی جا سکتی ہے۔جو نجران کے عیسائیوں کے ساتھ ہوا تھا۔

۱۔ لنجران جوار و ذمة محمد النبي ا انفسهم و ملتهم و غائبهم و شاهدهم و عشيرتهم (فتوح البلدان بلاذری) ''اہل نجران کو خدا کی حفاظت اور محمد ﷺ کی ذمہ داری ہوگی۔ان کی جان اور مذہب اور ملک اموال کے متعلق تمام موجود اشخاص اور غیر موجود اور ان کی قوم (اس ذمہ

داری میں شامل ہوں گے) اس کے ساتھ ساتھ آگے یہ بھی مذکور ہے۔۔

۲. علی ان لا یہدم لہم بیعۃ اس پر بھی کہ ان کا کوئی گرجا نہیں گرایا جائے گا۔ ۳. ولا یخرج لہم قس ان کے پادری کو جلا وطن نہیں کیا جائے گا۔ ۴. ولا یفتنون عن دینہم اوران کے مذہب سے نہیں پھیرا جائے گا۔(ابو داؤد باب فی اخذ الجزیہ)۵. ولا یغیرو ایما کانوا علیہ ان کی موجودہ حالت تبدیل نہیں ہوگی۔ ۶. ولا یغیر حق من حقوقہم ان کے حقوق میں سے کوئی حق نہیں بدل جائے گا۔ ۷. ولا یغیر کل ما تحت ایدیہم من قلیل و لا کثیر اور جو کچھ تھوڑا بہت ان کے قبضے میں ہے ان میں تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ (فتوح البلدان)۸. ولا ان یضربوا نواقیسہم فی ای ساعۃ شاؤ من لیل و نہار الا فی اوقات الصلوٰۃ اور وہ رات دن میں بجز اوقات نماز کے جس وقت چاہیں ناقوس بجائیں گے۔ وعلی ان یخرجوا الصلبان فی ایام عیدہم اور وہ اپنے تہواروں میں صلیبوں کے جلوس نکالا کریں گے۔ **(کتاب الخراج لابی یوسف ص ۸۶)**

ان تمام رعایتوں کے باوجود اسلام نے اجتماعی معاملات میں ان کو آزاد نہیں چھوڑا اور غیر مسلموں کو اس بات کی اجازت نہیں دی کہ ملک کے امن کو تباہ کریں اور اقتصادی نظام کو فنا کریں۔

مالم یحدثوا حدثا (ابو داوود) "جب تک وہ کوئی فتنہ انگیزی نہ کریں" والفتنۃ اشد من القتل (البقرۃ ۱۹۱) فتنہ انگیزی قتل سے زیادہ شدید ہے۔ اس سے مملکت اسلامیہ کی بنیادیں کمزور ہو سکتی ہیں۔

اوپر دفعات میں تصریح کی گئی ہے کہ ان کے مذہبی حقوق میں یہ بھی دفع شامل ہے کہ اسلامی حکومت ان کے کسی مذہبی پیشوا کو ان کی مرضی کے بغیر نہیں نکال سکتی۔ ولا یغیر اسقف من اسقفۃ و لا راھب من رھبانیہ ولا کاھن من کہانیہ کسی پادری کو، کسی راہب کو، کسی کاہن کو اس کے عہدی سے الگ نہ کرے گی (رد و بدل نہ کرے گی) **(کتاب الخراج ص ۴۱)**

مذہبی عبادت گاہوں کے بارے میں یہی نہیں ہے بلکہ اگر کسی آفت سماوی یا ارضی سے ان کی عبادت گاہیں گر جائیں تو ان غیر مسلموں کو اجازت ہوگی کہ وہ اپنی عبادت گاہوں کو مرمت کروائیں اور دوبارہ تعمیر کریں۔ (اس معاملے میں حضرت مسلمہ صحابی رسول ﷺ گورنر فسطاط مصر کا عمل ہمیں ملتا ہے، اسوہ صحابہ جلد ثانی میں اس کی تفصیل موجود ہے)

مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ غیر مسلم اسلامی شعار اور اس کی مقدس ہستیوں کی توہین کرتے پھریں۔ آجکل غیر مسلم ممالک میں اسلامی اقدار اور مسلمانوں کی عظیم ہستیوں بلکہ انبیاء کی بھی توہین کو عار محسوس نہیں کیا جاتا بلکہ اس قسم کی باتوں کو آزادیٔ اظہار کا نام دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سلمان رشدی تسلیمہ نسرین، اور یورپ کے کچھ ملکوں میں رسول اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنا کر کیا گیا۔ جب ان کے خلاف مسلمانوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا تو مسلمانوں کو شدت پسند اور دہشت گرد کہا گیا۔

ہمارے ملک میں چونکہ ایک ایسا قانون موجود ہے جو کہ توہین رسالت آرڈیننس کے نام سے مشہور ہے جو کہ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور میں بنایا گیا تھا۔ اس قانون میں توہین رسالت کے مرتکب کو سزائے موت کا حکم ہے۔ کچھ لوگ تو محض اس لیئے اس قانون کی مخالفت کر رہے ہیں کہ یہ قانون جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے نافذ کیا تھا۔ اور کچھ لوگ بیرونی اشاروں پر اس قانون کو ختم کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

لہذا اب گوجرہ کے سانحہ کو بہانہ بنایا جارہا ہے اور کہا جارہا ہے کہ لوگ اس قانون کو غلط استعمال کرتے ہیں اس لیئے اس کو ختم کردیا جائے یا اس میں ترمیم کردی جائے۔ یہ اسی قسم کی تحریک ہے جو کہ "حدود آرڈیننس" کو "حقوق نسواں" میں بدلنے کے لیئے چلائی گئی تھی۔ جس کا مقصد ملک میں آوارگی کو فروغ دینا تھا۔ چنانچہ اس کے ثمرات سامنے آنے شروع ہوگئے ہیں، کہ ابھی گذشتہ دنوں کراچی میں سیکس ورکر کے عنوان سے "حیا باختہ اور چکلے کے دلالوں" کا باقاعدہ ایک اجتماع گورنمنٹ کی سرپرستی میں ہوا۔ جو کہ ان لوگوں کے نزدیک بہت کامیاب تھا۔ اب وہ "سیکس ورکر" کا اسی قسم کا ایک اجتماع لاہور میں بھی کرنے کا پروگرام بنارہے ہیں۔ اسی طرح توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے یا اس میں یورپ کے پسند کی تبدیلی لانے کے لیئے اس واقعہ کو آڑ بنایا جارہا ہے۔ تاکہ مسلمانوں سے حیا وشرم اور اسلامی غیرت کا جنازہ نکال دیا جائے۔ اور پھر اپنی من مانے قوانین نافذ کر کے مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کا نور نکال دیا جائے۔

اس پر ہمارے ملک کے وراثتی مخدوم وزیر اعظم (جن کا سید ہونے کا دعویٰ بھی ہے) نے مسیحی وفد سے ملاقات کرتے وقت ان سے وعدہ کیا کہ اس توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کی جائے گی۔

نیز اس میں خصوصیت کے ساتھ اس بات کی طرف غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس سارے پروپیگنڈے کا محور مولوی کی ذات کو بنایا گیا ہے۔ مولوی نام کا طبقہ ایک ایسا ہے جس نے کسی نہ کسی شکل میں مسلمانوں کے دلوں میں ایمان اور انبیاء کے احترام کی شمع روشن کی ہوئی ہے۔ اس سے پہلے حدود آرڈیننس [illegible] کے نام پر مولوی اور دینی مدارس کو ہدف تنقید بنا کر

اپنا مقصود حاصل کیا گیا۔ اب یہ لوگ سانحہ گوجرہ کو بہانہ بنا کر توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

گوجرہ میں ایسا واقعہ کبھی پیش نہ آتا اگر بر وقت مسلمانوں کی شکایت کا ازالہ کر دیا جاتا۔ عیسائیوں کی بستی میں جس عیسائی نے شادی کی تقریب میں توہین قرآن کی تھی اس کو اگر اسی وقت گرفتار کرلیا جاتا تو کبھی بھی مسلمان مشتعل نہ ہوتے۔ جب ایسا نہیں ہوا تو مسلمان تشدد کی طرف آ گئے۔ اگرچہ مسلمانوں کا یہ فعل غلط تھا اور غلط ہے اس کی صحیح ہونے کی کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔ مگر بے نظیر کے دور حکومت میں توہین رسالت کے مرتکب مجرموں کو جن کو عدالت نے سزائے موت سنادی تھی ان کو رہا کرا کے باقاعدہ عزت کے ساتھ جرمنی بھیج دیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا کہ ان لوگوں کو بھی چھپالیا جائے گا۔ ایک افواہ اس علاقے میں یہ بھی ہے کہ توہین قرآن کا مرتکب اس دن کے بعد سے غائب ہے اور غالب گمان یہ کیا جارہا ہے کہ اس شخص کو کسی بیرونی ملک کے سفارت خانے میں پناہ دیدی گئی ہے۔ جب اس قسم کی افواہیں پھیلیں گی تو نتیجہ میں یہی کچھ ہوگا۔ مسلمان (بشرطیکہ مسلمان ہو) لاکھ گناہگار سہی، لاکھ ماڈرن سہی، مگر وہ کبھی بھی توہین قرآن اور توہین رسالت کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اس کے باوجود میں پھر یہ کہوں گا کہ اسلام کسی بے گناہ کو جلانے کی اجازت نہیں بھی دیتا۔

اب اس واقعہ کو بہانہ بنا کر ہر ٹی، وی اسٹیشن اور ہر اخبار میں توہین رسالت آرڈیننس اور مولوی کرنشانہ بنایا جارہا ہے۔ اور کہا جارہا ہے کہ لوگ اس قانون کا غلط استعمال کررہے ہیں اور مولوی اس پر لوگوں کو ابھار رہے ہیں۔ کئی بے گناہ مسلمان بھی اس کی زد میں آچکے ہیں۔ اس پر دلیل کے طور پر گوجرانوالہ کے ایک حافظ فاروق اور مریدکے میں کسی فیکٹری کے مالک کا نام بھی لیا جارہا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ سب سچ ہی ہے مگر اس میں قانون کا کیا قصور۔ جب قانون نافذ کرنے والے ہی اس کا صحیح استعمال نہیں کریں گے تو قانون کیا کرے گا۔ اگر تحقیق کر کے غلط الزام لگانے والوں کو موقع پر سزا دینے کا رواج ہوتا تو کبھی بھی کوئی قانون کو غلط استعمال نہ کرتا۔ ہمارے ہاں قانون کا غلط استعمال کرنے کا رواج حکومتی اداروں کے رجال کار سے ہی شروع ہوتا ہے۔ مثلاً ضیاء الحق مرحوم کے دور میں حدود آرڈیننس جب جاری کیا گیا تو محکمہ پولیس کے اہلکاروں نے راہ چلتے ہوئے میاں بیوی سے ان کا نکاح نامہ طلب کرنا شروع کر دیا۔ سیدھی سی بات ہے کہ کوئی بھی میاں بیوی اپنی جیب میں نکاح نامہ رکھ کر نہیں چلتے مگر ہماری پولیس نے اس کو کھانے کمانے اور اس قانون کو بدنام کرنے کا ہتھیار بنالیا۔

••

سننے میں آیا ہے کہ عیسائیوں کی اس بستی میں آگ لگانے والے کچھ نقاب پوش تھے۔ وہ جو بھی تھے انہوں نے انتہائی درندگی کی، وہ ناقابل معافی نہیں۔ مگر بلا تحقیق ہمارے ملک کے وزیر داخلہ اور پنجاب کے وزیر قانون نے فوراً دشدت پسند جماعتوں کا نام جڑ دیا۔ اور اتنے وثوق سے کہا کہ جیسے وہ ان سے اجازت لے کر یہ کام کرنے گئے ہوں۔ ہمارے ہاں سب کچھ افواہوں کی بنیاد پر ہو رہا ہے انہیں افواہوں کو پروپیگنڈے کی شکل میں ہر طبقہ اپنے حق میں استعمال کر رہا ہے۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ عیسائی ہی تھے جنہوں نے نقاب پہن کر یہ کارروائی کی۔

نقاب پوش کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔ اس ملک میں تشدد کو ابھارنے کے لیے کوئی طبقہ بھی یہ کام کر سکتا ہے۔ خاص کر وہ طبقہ جو کہ اقلیتوں کا حامی بن کر توہین رسالت کا قانون ختم کرنے کے در پے ہے۔ وہ قادیانی بھی ہو سکتے ہیں، اس لیے کہ توہین رسالت کی سب سے بڑی زد انہی لوگوں پر پڑتی ہے مرزا غلام احمد قادیانی انبیاء کی توہین کرنے میں سب سے آگے تھا۔ وہ غیر ملکی رقم سے پلنے والی کوئی این جی او بھی ہو سکتی ہے۔ جس کا مقصد علماء دینی مدارس کی بیخ کنی ہے۔ کیوں کہ آجکل علماء اور مدارس کے خلاف فضاء بنانے میں میڈیا میں مسابقت پائی جاتی ہے، اس لیے اس گروہ نے اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ اس کام کے لیے جرائم پیشہ لوگوں کو ایسی این جی اوز استعمال کرتی ہیں۔ جرائم پیشہ لوگوں کا کام ہی لوگوں کو قتل کرنا ہے ان کے نزدیک مسلمان اور عیسائی دونوں برابر ہیں۔ وہ کسی کو جلا دیں تو ان کے لیے کوئی نئی بات نہیں۔ اس لیے کہ اس ملک کے حاکموں نے لال مسجد میں کتنی مسلمان بچیاں زندہ جلا دی تھیں، اس کے باوجود کسی این جی او کی آنکھ سے آنسو نہیں ٹپکا۔ مگر اس واقعہ سے ڈالروں کی بارش ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہے اس لیے ہر شخص حصہ بقدر جثہ اس میں حصہ لے رہا ہے۔

ہم آخر میں پھر کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہوا یہ انتہائی ظالمانہ فعل ہے یہ جس نے بھی یہ کیا یا کرایا وہ نہ صرف اس ملک کا دشمن ہے بلکہ اسلام اور انسانیت کا بھی دشمن ہے اس کو باقاعدہ گرفتار کر کے سزا دی جائے تاکہ آئندہ کوئی بھی بلاوجہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کرے۔ نیز توہین قرآن کے واقعے کو بھی پس پشت نہ ڈالا جائے اگر قرآن کی توہین کا واقعہ ہوا ہے تو اس کے مجرموں کو بھی ۲۹۵ سی کے تحت سزائے موت دی جائے تاکہ آئندہ کسی کو توہین قرآن اور توہین رسالت کرنے کی جرأت نہ ہو اور اس قسم کے واقعات کا پیش خیمہ نہ بنے۔

رئیس الاحرارؒ اور حضرت رائے پوریؒ میں خط و کتابت

مکاتیب رئیس الاحرارؒ سے

۱۹۳۷ء میں جب اسمبلی کے الیکشن ہو رہے تھے تو مجلس احرار نے بھی الیکشن میں حصہ لیا۔ اس وقت گورنمنٹ کی طرف سے کچھ امیدوار کھڑے کیے گئے تھے۔ کچھ لوگوں نے حضرت رائے پوریؒ سے لدھیانہ کے گورنمنٹ کے امیدوار کے حق میں یہ کہہ کر تحریر حاصل کر لی کہ یہ امیدوار چونکہ قادیانیوں کو کافر بھی کہتا ہے۔ اس پر رئیس الاحرارؒ نے حضرتؒ کو خط لکھا۔ ان دنوں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ پر لدھیانہ میں کیس چل رہا تھا۔

بخدمت حضرت سیدی و مولائی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ...... آج ایک طویل سفر کے بعد مقام پر پہنچا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت کا والا نامہ احقر کے نام آیا تھا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب درزی میرے آنے سے پہلے وہ خط لے گئے۔ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ سبزی منڈی کے حاجی صاحبان نے آپ کا والا نامہ آنے کے بعد میاں عبدالحی صاحب کو جو ہمارے مدمقابل ہیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ مجھے اس خبر سے بے حد صدمہ ہوا کہ ان لوگوں نے حضرت کا خط اس کو کیوں دکھلایا۔

ایجانب کے بارے میں جو مجلس احرار کی صحیح پوزیشن ہے وہ یہ ہے کہ میں نے امرتسر کی تقریر میں ذیل کے الفاظ کہے ہیں۔ "بعض لوگ ہم سے سوال کرتے ہیں کہ جو لوگ مجلس احرار کے مدمقابل ہیں ان میں سے بھی بعض مرزائیوں کو کافر کہتے ہیں ان کو ہم ووٹ کیوں نہ دیں؟۔ میں نے کہا کہ اگر مجلس احرار کے امیدوار کے مقابلہ میں دیوبند یا بریلی کا مفتی بھی ہوتا جو دیانت داری سے مرزائیوں کو کافر سمجھتا ہو میں اس کی بھی مخالفت کرتا کیونکہ مرزائیوں سے جنگ مجلس احرار کی ہے مفتیوں اور ان کو کافر کہنے والوں کی نہیں۔ مرزا محمود یہ کہتا ہے کہ میری کامیابی یہ ہے کہ مجلس احرار کے آدمی کامیاب نہ ہوں، خواہ ان کے مخالف یا مقابل مجھ کو کافر کہنے والے اور گالی دینے والے ہی کیوں نہ ہوں"۔ میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ "قادیان آنے جانے کی تمام پابندیاں مجلس احرار کے کارکنوں پر ہیں اور کوئی مفتی

عالم یا ملا جائے تو کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ کون گیا اور کون آیا۔ اس لئے مجلس احرار کے امیدواروں کی مخالفت مرزائیت کی حمایت ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ گورنمنٹ انتخاب کے بعد یہ شمار کرے گی کہ امیر شریعت کی جماعت کو کتنے ووٹ ملے ہیں اور جماعت احرار کے مخالفین کو کتنے۔ اسی رائے شماری پر آئندہ حکومت کی پالیسی سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب کے بارے میں تبدیل ہوگی"۔

ہمارے مدمقابل میں عبدالحئی صاحب اتحاد پارٹی کی طرف سے کھڑے ہوئے ہیں، اس پارٹی نے چھ مرزائیوں کو بھی کھڑے کیا ہے اور خود ظفر اللہ مرزائی کو چائے کی دعوت بھی دے چکے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ مرزائیوں کو کافر نہیں کہتے ہونگے بلکہ یہ اور ان کی جماعت اپنے مفاد کیلئے مرزائیوں کی حامی ہے۔ میں نے لاہور کی تقریر میں یہ بھی کہا ہے کہ "میں اتحاد پارٹی کے کسی ممبر کے اعلان کو مفید نہیں سمجھتا بلکہ ان کا لیڈر سکندر حیات اعلان کرے کہ میں مرزائیوں کو کونسل میں مسلمانوں سے علیحدہ کرا دونگا تو میری جماعت انتخاب میں حصہ لینا ہی چھوڑ دے گی"۔ ان الفاظ سے میاں عبدالحئی بھی اعلان نہیں کرسکتا اور نہ وہ مرزائیوں کو اعلان کے ذریعہ کافر کہتے سکتے ہیں۔ خواجہ محمد یوسف صاحب جو ہمارے رفیق ہیں انہوں نے گذشتہ چار سال میں جماعت کی ہر طرح کی امداد کی۔ لدھیانہ میں کانفرنس ہوئی ان کے انتظام سے ایک ہزار روپیہ ان کی والدہ اور ہمشیرہ نے شاہ جی کے مقدمہ کے لئے جمع کر کے دیا۔ تین صد روپیہ ان کا اپنا بھی تھا اور یہ اس دن دیا جبکہ مقدمہ پر خرچ کرنے کیلئے وکیل کرنا تھا اور ہمارے پاس ایک پیسہ نہ تھا۔ آج ایک ایک مرزائی خواجہ صاحب کو ناکام بنانے پر تلا ہوا ہے۔ خواجہ صاحب کے ذاتی اعمال سے میرے بہت سے دوست بحث کرتے ہیں میں نے ان کو کہہ دیا کہ میں ان کو کسی مسجد کی امامت کیلئے نہیں لے جارہا ہوں اور ذاتی اعمال کے لحاظ سے دونوں میں سے کوئی بھی کم نہیں۔ میں نے امرتسر میں یہ بھی کہا کہ میں نیک لوگوں کی خاموشی کو برداشت نہیں کرسکتا یا ادھر ہو جاؤ یا اُدھر۔ میں نے کہا کہ میں سمجھ سکتا ہوں کہ بہت سے دوست جیلوں میں نہیں جاسکتے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اعلانیہ گورنمنٹ کی مخالفت نہیں کرسکتے لیکن یہ نہیں سمجھ سکتا کہ وہ اعلانیہ ہمیں نہ ووٹ دے سکتے ہیں نہ دلا سکتے ہیں اور اگر وہ ایسا نہیں کرسکتے تو ضعف ایمان کے درجے سے بھی خارج سمجھتا ہوں۔

مقابلہ سخت ہے! گورنمنٹ نے چودھری افضل حق کے مقابلہ میں سولہ موٹر کاریں اور دس ہزار روپیہ دیا ہے۔ حاجی ڈپٹی احمد حسین صاحب انبالوی میرے رشتہ دار ہیں ہماری مدد کر رہے ہیں اور

حضرت بھی ذرا سا ان کو اشارہ فرمائیں اور تو اس شہر کے رئیس سرچڑھ رہے ہیں وہاں پر بھی آپ تحریر فرمادیں کہ چودھری عبدالرحمن کی امداد کی جائے۔

خط لکھ رہا تھا کہ مولانا عبدالرحمن صاحب تشریف لے آئے اور آپکا گرامی نامہ بھی مل گیا۔ یہ درست ہے کہ کسی کی اطاعت کے بغیر آزادیٔ رائے بیکار ہے۔ اسوقت ایک جماعت شوریٰ کے فیصلہ کے ماتحت آزادیٔ رائے کا اظہار کر رہی ہے۔ خدا کرے کہ وہ شخص بھی کہیں آجائے کہ جس کا تقویٰ اور فہم ہم کو مجبور کردے کہ ہم اس کی رائے پر چلیں۔ والسلام مولانا عبدالرحمن صاحب ملاں عبدالرحمن صاحب اور احقر و غلام مصطفےٰ کی طرف سے السلام علیکم:

حبیب الرحمن شفاعت منزل لدھیانہ

جواب از حضرت رائے پوریؒ

المخدوم المکرم جناب مولانا مولوی حبیب الرحمن صاحب دام ظلکم:

از احقر عبدالقادر......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکا والا نامہ موصول ہوا۔ جناب والا سارے کام ماشاءاللہ اسی طرح پورا کرنا چاہتے ہیں، وقت پر بلکہ قبل از وقت۔ اس کی کوئی سوچ فکر نہیں ہوتی۔ جناب والا لدھیانہ اگر اسوقت ذکر فرماتے اس سے بہتر کوئی موقع نہ تھا۔ پہلے والا نامہ میں اس مقصد کیلئے صاف مجلس احرار کی نمائندگی کے اعتبار سے تحریر فرماتے تو اس طرح کی سہولت کے ساتھ صورت اختیار کی جاتی۔ اب پہلی تحریر کے مطابق خطوط دوستوں کو تحریر کئے تھے۔ اس میں ضرور یہ صورت پیش آئی کہ میاں صاحب نے خود بعض دوستوں کے ساتھ آکر حضرت شیخ الحدیث صاحب کے مواجہ صفائی اپنے عقیدہ کی بیان کردی اس پر سابقہ صورت اختیار کرنیکا کوئی حق نہ رہا۔ اب اس وقت تاخیر ہوجانے کے بعد اور بالکل ہی تنگ وقت پر آپ کا تفصیلی والا نامہ صادر ہوتا ہے۔ اب بتلایئے کہ کیا کیا جاسکتا ہے سوائے دعاء کے۔ خیر اب بھی بموجب ارشاد جناب کے روپڑ بخدمت مولوی صاحب، بخدمت جناب حاجی ڈپٹی احمد حسن صاحب، بخدمت مولوی عبدالخالق صاحب وغیرہم خطوط تحریر کردیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو ان دینی مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

زبانی بھی ملنا ہوگا تو تفصیل سے عرض کروں گا کہ یہ سب کوتاہی آپ کی طرف سے ہے۔ اس کا تو فکر نہیں کہ وہ مرید رہتے ہیں یا نہیں۔ مگر کسی خاص پہلو پر ان کو سمجھانے کی بہتر صورت

اختیار کی جاتی۔ زیادہ کیا عرض کروں احقر کے خیال میں تشہیر خط سے اب کوئی فائدہ نہیں ہے۔

فقط۔

مکاتیب رئیس الاحرارؒ سے

باپ اور بیٹے میں خط و کتابت

> رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی تحریک آزادی ہند میں شرکت کے جرم میں اکثر گرفتار کر کے جیل میں نظر بند کر دیے جاتے تھے۔ ان کی طویل ترین قید ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۷ء تک پانچ سال کی تھی۔ ان دنوں جیل سے وہ مختلف حضرات سے خط و کتابت کیا کرتے تھے۔ ان میں اپنی اولاد سے بھی خط و کتابت کی۔ ان میں مولانا انیس الرحمن لدھیانوی جو کہ رئیس الاحرارؒ کے ترتیب کے اعتبار سے تیسرے فرزند تھے۔ راقم کے والد تھے۔ مظاہر العلوم سہارنپور سے فارغ التحصیل تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے خاص چہیتے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلفاء میں سے تھے۔ قیام سہارنپور میں فارغ وقت حضرت رائے پوریؒ کے پاس ہی گذارتے۔ باپ بیٹے کی یہ خط و کتابت جیل سے ہوئی۔ اس خط و کتابت میں للّٰہیت کے علاوہ کچھ نہیں۔

بیٹے کا خط والد کے نام

از: رائپور......۲۶ فروری ۴۳ء

محترم المقام قبلہ والدی ماجدی زید مجدکم......السلام علیکم: والا نامہ صادر ہوا اب میری صحت اچھی ہے۔ دو ایک اس کے لئے انجکشن میں نے لگوائے ہیں حضرت اقدس کی خدمت میں سارے خط کی کیفیت ذکر کر دی تھی حضرت اقدس نے فرمایا کہ کوشش کریں شاید اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں۔

اب میں مستقل طور سے رائپور رہ کر مقیم ہوں حضرت اقدس کی عنایات کا کیا ٹھکانہ محبت اور شفقت کا کیا اندازہ ہے واقعی جب حضرت محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو آپ کی جان کو دعائیں دیتا ہوں اگر آپ کی توجہ نہ ہوتی تو مجھے کس طرح یہ سعادت نصیب ہوتی رات دن۔

روح پدرم شاد کہ می گفت استاد
فرزند مرا عشق بیاموز و دگر ہیچ

کو گنگنا تا ہوں۔ آپ نے میری تربیت کی اس طرح کہ مجھے ایک نیک مقصد کے حصول کی

مگن ہو۔ ابا جی یہ سچ ہے کہ میں دنیا کے کسی کام کا نہیں رہا شاید دنیاوی طور سے میں آپ کی خدمت نہ کر سکوں لیکن جس کوشش میں میں لگ گیا ہوں نہیں! بلکہ آپ نے لگایا ہے جو آپ کی توجہات کا نتیجہ ہے اور جو آپ کے اراووں کی مراد ہے کہ میں ایک بزرگ کے در پر پڑا رہوں۔

ہاں تو! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل فرما دیا تو دراصل وہ آپ کی ہی توقیر ہوگی آپ کی آرزوؤں کی بار آوری کیلئے یا شجر تمنا کے پھل کیلئے۔ اب کیا ہے کیا چاہتا ہوں؟ بس یہی کہ آپ میرے مقاصد میں کامیابی کیلئے دعا کریں۔ میں اس لئے پڑا شاید وہ کہ جو وحشوں کو نوازتا ہے مجھ پر بھی نظر کرم کرے بھی کچھ برداشت کرنا پڑیگا میرا حال تو یہ ہے کہ:

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں
سر زیر بار منت درباں کئے ہوئے
جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھا رہوں تصور جاناں کئے ہوئے

ایک بے تابی سی ہے آپ رہا ہوتے۔ اللہ کرے کہ آپ رہا ہو جائیں اور ہو ہی جائیں گے۔ اکثر خواب میں زیارت ہوتی ہے، اطمینان ہے۔ میں اپنے گناہوں میں غرق ہوں دعا کیجئے میرے ابا! مجھے قید معصیت سے رہائی ہو جائے۔ حدیث میں ہے کہ تین شخصوں کی دعا قبول ہوتی ہے (۱) والد کی بیٹے کے حق میں (۲) مسافر کی (۳) مظلوم کی، الحمد للہ کہ آپ میرے باپ ہیں وطن سے دور اور مورد ستم ہونے میں کیا شک ہے۔ تو کیا میں امید کروں کہ میرے لئے فلاح دارین کی آپ دعا فرمائینگے۔

از حضرت اقدس دامت برکاتہم

بہت بہت سلام دعا۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں۔ آپ کی اور میری اصلاح فرمائیں اور ظاہری و باطنی ترقیات عطا فرمائے۔

اصبر قلیلا وبعد العسر میسر وکل امرلہ وقت وتدبیر دعا کرتا ہوں۔ بھائی الطاف مولوی عبد الرحمٰن شاہ پوری سلام کہتے ہیں۔

والسلام۔ انیس الرحمٰن لدھیانوی

*****

باپ کا خط بیٹے کے نام

نوٹ۔ یہ خط ۱۹۴۴ء میں حضرت رائپوری کی طرف سے کچھ سوالات کے جواب میں رئیس الاحرار نے لکھا ہے۔

سنٹرل جیل منٹگمری۔ ۱۱ مئی ۱۹۴۴ء

برخوردار انیس الرحمان سلمہ

السلام علیکم: تمہارا خط ملا۔ خیریت اور حالات معلوم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ظاہری اور باطنی صحت اور ترقی عطا کرے۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم کی خدمت میں رہنا ایک نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس صحبت اور قرب سے نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ تمہارے خط کا جواب اس لئے دیر سے دے رہا ہوں، کہ تمہارے خط کے ساتھ جو حضرت اقدس کے ارشادات تھے۔ جس میں یہ ارشاد تھا کہ اگر ذکر کرنے سے کوئی حالات پیدا ہوتے ہوں یا پیدا ہوں تو ضرور لکھیں۔ کیا حالات پیدا ہوئے ہیں؟ اس فقرے کو پڑھ کر میرا دل کانپ اٹھا۔ کتابوں کا مطالعہ کسی علمی فائدے کیلئے نہیں کرتا۔ اس لئے کچھ یاد نہیں رہتا۔ صرف وقت گذارنے کے لئے مطالعہ کرتا ہوں۔ سچ یہ ہے کہ میرا کوئی عمل ہی اخلاص پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ ہر کام یہاں تک کہ نماز اور قرآن شریف کی تلاوت ہی وقت گزارنے کیلئے کرتا ہوں۔ جب وقت پورا کرنے کے لئے کوئی مشغلہ نہیں ملتا تو انسان خواہ مخواہ نیک بننے کی کوشش کرتا ہے۔ بلکہ میں نے اپنی تمام زندگی کے ہر گوشے پر بے حد غور کیا ہے۔ مجھے کسی عمل میں اخلاص معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ سرے سے کسی عمل کی ابتداء میں کوئی نیت ہی نہیں محسوس ہوتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشغلے کے طور پر تمام کام خود بخود ہوتے رہیں۔ کام کرنے کے بعد جاہ اور ریا کا ظہور ہوتا ہے۔ میرے تو ہمیشہ سے یہی احوال ہیں۔ اور اب بھی وہی ہیں۔ دل کا مرض شدید ہے اور شدید علاج کی ضرورت ہے۔

حضرت اقدس کے اس گرامی نامے نے میرے اوپر خاص اثر کیا۔ میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر قیامت کو بھی اسی طرح پوچھا گیا۔ تو تم کیا جواب دو گے یہاں تو دھوکہ دے سکتے ہو، مگر وہاں دھوکہ بھی نہیں دے سکو گے۔

بیمار ہوں، صحت خراب ہے، بہت مشکل سے ایک وضو سے ایک نماز پڑھ سکتا ہوں اکثر نمازوں میں کئی کئی وضو کرنے پڑتے ہیں۔ پیٹ میں ریاح اور اعضاء میں بے چینی، دماغ میں ضعف، دل کے اردگرد ہر وقت ہلکا ہلکا درد رہتا ہے۔ صبح آٹھ بجے سے لے کر ۱۰ بجے تک کچھ دورے میں سکون [illegible] ہوتا ہے۔ [illegible] قرآن شریف [illegible] کرتا ہوں [illegible] اگر [illegible] کرتا ہوں تو [illegible] معلوم [illegible]

ہے۔ اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تیج سمجھوں۔ صبح کی نماز سے بھی پہلے اور بھی بعد تھوڑا بہت ذکر ہی کرتا ہوں۔ لیکن طبیعت کا رجحان تلاوت قرآن پاک اور درود شریف کی طرف زیادہ ہے۔ باقی میرے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اچھے اخلاق کا طلبگار ضرور ہوں۔ حضرت اقدس کی خدمت میں یہ میرا سارا حال پڑھ کر سنا دینا۔ چاند کے اعتبار سے اکاون سال کا ہو گیا ہوں، بیماریاں دن بدن ترقی کر رہی ہیں۔ صحت برباد ہو چکی ہے۔ کچھ کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ آپ کا خادم ہوں۔ اگرچہ غیر مخلص ہوں مگر دعا کا محتاج ہوں۔

گر آدم بکوئے تو چنداں غریب نیست
چوں من دریں دیار ہزاراں غریب است

حضرت نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ میرے پاس وہی آتے ہیں جنہیں کوئی قبول نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا تھا۔ یہ تو اچھی بات ہے کہ جنہیں کوئی قبول نہ کرے وہ آپ کے پاس آ جاتے ہیں۔ میں بھی ان میں سے ایک ہوں۔

امید ہے کہ مولانا عبدالعزیز صاحب پہلے سے روبصحت ہونگے۔ تمہاری والدہ کی صحت کا کیا حال ہے۔ میری پیروی کی درخواست کی نامنظوری پر تم نے لکھا ہے۔

توانا ؤں کے بس میں ہے سراپائے حقارت سے
کروڑوں ناتوانوں کی تمناؤں کا ٹھکرانا

یہ خیال سراسر غلط ہے۔ توانا تو صرف اللہ کی ذات ہے اور کوئی نہیں ہے۔ نفع اور نقصان تکلیف اور راحت کا اللہ ہی مالک ہے۔ کیا معلوم اس تکلیف کے پردے میں کتنی راحتیں آنے والی ہیں۔ اگر نیت میں اخلاص ہے تو آخرت کا اجر کہیں نہیں گیا۔ دنیا کی ہر چیز اور ہر شے فنا ہونے والی ہے۔ غصے پر قابو رکھ کر مضبوط سے مضبوط بات اچھے سے اچھے الفاظ میں کہی جا سکتی ہے۔

مولوی حبیب الرحمن صاحب، بھائی الطاف اور باقی تمام دوستوں کو سلام مسنون۔ تم نے اپنے خط میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ میں نے عرصہ ہوا ان کی خدمت میں خط لکھا تھا خلاف عادت جواب سے محروم رہا۔ شیخ کی خدمت میں میرا سلام پہنچایا جاوے۔

والسلام اسیر فرنگ، حبیب الرحمن

••

رئیس الاحرارؒ کے انتقال پر احاطۂ دارالعلوم دیوبند کی کیفیت

۲ ستمبر ۱۹۵۶ء کو بانیٔ احرار، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے دہلی (انڈیا) میں انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کی خبر جب دارالعلوم دیوبند پہنچی تو احاطۂ دارالعلوم کی کیا کیفیت ہوئی۔ وہ کیفیت دارالعلوم کے ایک طالب علم نے رئیس الاحرارؒ کے فرزندوں کے نام خط میں لکھی۔ لکھنے والے نے رئیس الاحرار کو "ابا جی" کے نام سے ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رئیس الاحرارؒ نوجوانوں سے پدرانہ شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔

دیوبند۔ ۳ ستمبر ۱۹۵۶ء

بھائی جان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔

مدعی لاکھ بُرا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

بھائی جان! جس کو آج تک میں نامناسب ہی سمجھ رہا تھا، آج اسی کو مناسب سمجھنا پڑا۔ "ابا جی" کا وصال آہ! بھائی جان "ابا جی" کا وصال، جس خبر کو ہندو پاکستان کے باشندوں نے بہت تحمل اور برداشت کے کانوں سے سنا ہیں، جہاں بڑے سے بڑا دل چور چور ہو گیا، بڑے بڑے دماغوں میں خلا پڑ گیا، بڑے سے بڑا آدمی اس پُرملال خبر سے بالکل مضمحل ہو گیا ہے، وہاں ہندو پاکستان کا چھوٹے سے چھوٹا بھی اپنے قیمتی سرمایہ کو کھویا محسوس کرتا ہے۔ ان کی ہستی اس خطۂ ارضی ملک ہند کے لئے ایک بے بہا دولت تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس زمین کو اگر بولنے کی زبان دی جاتی تو وہ بھی بول اٹھتی کہ ہائے آج میری وہ دولت جس سے میں دوسرے خطوں کے سامنے فخر کرتی تھی چھین لی گئی۔ بھائی جان! حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کی راہ پر قدم رکھتے ہی فوراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ "ابا جی" صرف آپ کے نہیں تھے، اگر یہ سچ ہے کہ بیٹا باپ کے انتقال پر روتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ ہندو پاکستان کا ہر شہری ان کی اولاد تھی اور درحقیقت بھائی جان آپ کو اتنا ملال نہ ہونا چاہئے کیونکہ ایک من کا بوجھ کسی کے سر کے اوپر ہو اور چالیس آدمی آکر اس کو تقسیم کر کے لے جائیں تو ظاہر ہے اس کے پاس ایک سیر صرف رہ جاتا ہے آپ نے صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ پاکستان اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی آپ کے غم

میں شریک ہیں۔ مگر بھائی جان! ملک کو جتنا بڑا نقصان ہوا اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان کا تو وہ ستون ہی ٹوٹ گیا جس کے اوپر باشندگان ہند خصوصاً مسلمانوں کی ارتقائی تفکرات کی چھت کھڑی تھی۔ ان کے انتقال سے ہندوستان کے اندر جو خلا پیدا ہوا ہے اس کو تو درحقیقت وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں جو ان کے پایہ کے ہوں۔ ہم جیسوں کو تو اس کا کیا احساس ہو سکتا ہے۔ قدر گل تو بلبل ہی جانتا ہے۔ مگر بھائی جان ہم جیسوں کی بھی اس پُر ملال خبر سے جو کیفیت ہوئی تھی اس کو پیش کرنا محال ہے۔ پھر بھی جہاں تک پیش کرنا چاہتا ہوں۔

کسی نے سبق میں کوئی اپنے پریشان دل کو تھام کر یہ آوازیں دیں کہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کا انتقال ہو گیا۔ بھائی جان! لڑکے تو اس طرح ادھر ادھر بھاگنے لگے کہ گویا اسرافیل نے صور پھونکا، مگر میرا قدم آگے نہیں بڑھ رہا تھا، گویا مجھے کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا کدھر جاؤں، دروازہ کے سامنے کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھتا ہوں کہ لوگ جوق در جوق دار الحدیث میں آکر ختم میں شریک ہو رہے ہیں، میں کھڑا دیکھ رہا تھا، دل میں یہ تھا کہ کس بات کی خبر لوگوں میں پھیل گئی۔ یہ سوچتے ہوئے دل میں یہ بات آئی کہ حضرت شیخ مدنی کے ہاں جاؤں۔ اس سے پہلے قدم آگے نہیں بڑھ رہا تھا مگر جب یہ ارادہ ہوا تو قدم بہت تیز چلنے لگے اور ایک منٹ میں حضرت شیخ مدنی کے ہاں آکر دیکھا حضرت باہر نکلے تھے اور یہاں کوئی نہیں فرما کر قاری صاحب کی طرف روانہ ہو گئے۔ رفتار میں کس قدر تیزی تھی۔ وہاں سے نکل آئے اور مدرسہ کی طرف آنے لگے، پیچھے ہم لوگ بھی ہو گئے۔ حضرت کی چال میں کچھ تیزی اب بھی تھی۔ ہلکی آواز سے جانے کیا پڑھ رہے تھے اور جلدی جلدی چل کر جا کے ختم میں شریک ہوئے۔ میں بالکل سامنے بیٹھا تھا، ایک مرتبہ آنکھیں اٹھا کر دیکھا تو چہرے پر ایک انقلابی کیفیت تھی میرا دل چونکا۔ پہلے ہی سے دھڑک رہا تھا زیادہ دیر بیٹھ نہ سکا ارے کیا ہو گا۔ اچھا جا کے دیکھوں لوگ کیا کہتے ہیں لوگوں کے آس پاس گھومنے لگا تو سنتا ہوں لوگوں میں کوئی یوں کہہ رہا ہے! آہ

روشنی سے جس کی روشن دیدۂ احرار تھا
دل نہ تھا سینہ میں جس کے شعلۂ بیدار تھا
جس کی قربانی ہے تاریخ وطن کی یادگار
جس کے ہر اک عزم کی بنیاد تھی باطل شکار
جس کے ہونٹوں کی ہنسی بھی درد کی تصویر تھی
قسمت مزدور کا سر نامۂ تقدیر تھی
تھا سراپا اضطراب درد مندانِ وطن
جاں نثارِ قوم جس کو سب جسم جانِ وطن

ذکر پہ جھکتا ہے جس کے دل کا فرق احترام
اس کی روح پاک پہ انور مرے لاکھوں سلام

یہ اشعار علامہ انور صابری پڑھ رہے تھے۔ بس بھائی جان! اس کے بعد میرے دل میں پھر کچھ یقین سا آنے لگا کہ کیا ایسی ہستی آج سرزمین ہند سے اٹھ گئی۔۔۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پھر کیا یک دل کے اندر ایک آگ سی بھڑک اٹھی۔ بھاگ کے کمرہ میں آیا، کتاب رکھی لوگ ختم پڑھ رہے تھے۔ جب دیکھا کہ کوئی صورت نہیں ہے۔ دل سے ایک آہ نکلی اور کہا کہ چلو کچھ پڑھتے ہیں یہ سوچ کر کبھی دانوں پر لا الہ الا اللہ کی تسبیح پڑھتا ہوں تو کبھی پارہ قرآن کی تلاوت کرتا ہوں۔ مگر چونکہ دل میں کچھ اور ہی ہو رہا ہے۔ اس لئے یہاں بھی بہت دیر تک بیٹھ نہ سکا یہاں سے یہ سوچ کر اٹھا کہ لوگ ایک ایک پارہ کر کے پڑھ رہے ہیں، میں اور کیا کروں۔ جب میرے بس میں اور کچھ نہیں ہے تو ایک ختم قرآن ہی پڑھ کر مولانا کی روح کو ایصال ثواب کروں۔ دل میں یہ کہہ کر کمرہ میں آیا اور اپنا قرآن مجید نکال کر ایک پارہ تک پڑھنے کے بعد دل کے اندر ایک سوزش پیدا ہوگئی کہ اب دہلی کیسے جاؤں۔ دل بے تاب ہوگیا کوئی صورت سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ آخر ایک صورت یہ سمجھ میں آئی کہ مہتمم صاحب دہلی جائیں گے۔ ان سے جا کر کہوں، ہو سکتا ہے مجھ کو ساتھ لے جائیں۔ مگر وہاں سے بھی ناامید ہونا پڑا۔ بس بھائی اس کے بعد میرے بس میں اور کچھ نہیں تھا۔ سینہ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا اور یہی سمجھا، جہاں تک ہو سکے تلاوت قرآن شریف سے ''ابا جی'' کو ایصال ثواب کروں اور اسی ذریعے سے بھائی جان کی تسلی کی بھی طلب کروں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں آمین۔ اب بھی امتحان میں تین چار روز باقی تھے۔ مگر اس کے بعد ہی اپنے پریشان خاطر بھائی جان کا دیدار کر آؤں مگر امتحان سے پہلے تو نہیں آ سکتا اور پھر یہ مناسب سمجھا کہ ایک ایسے موقع صرف ایک خط لکھ کر بھائی جان کو مخاطب کروں۔ انشاء اللہ خود ہی چلا جاؤں گا مگر وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ اس نامناسب کو آج مناسب سمجھ کر مجبور اخط ہی لکھنا پڑا۔ مگر بھائی جان قسم کھا کر کہتا ہوں جب تک آ کر نہ دیکھوں دل میں تسلی نہ ہوگی۔ مگر اب چونکہ مجبوریوں نے گھیر لیا ہے اس لئے اچھا یہی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھ پڑھ کر اباجی کی روح کو ایصال ثواب کروں ممکن ہے کہ اس سے آپ کو بھی کسی قدر تسلی ہو سکے گی۔ بھائی جان اپنے حالات سے مطلع فرمائیں۔ گھر کی طرف سے بہت پریشان ہوں۔ خط آیا ہے دعا فرمائیں کہ خدا خیر کرے۔

فقط۔ ایک ناسمجھ بھائی۔ احرارالزماں بنگالی، از دارالعلوم دیوبند

رمضان المبارک کے متعلق

مفید و معتبر مسائل مع ترکیب نماز عید

از: حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

روزے میں نیت کی ضرورت:

روزے میں نیت شرط ہے (نیت کے معنی دل کے ارادے کے ہیں) اگر روزے کا ارادہ نہیں کیا اور تمام دن کچھ کھایا پیا نہیں تو روزہ ادا نہ ہوگا۔ رمضان کے روزے کی نیت آدھے دن شرعی تک کر سکتا ہے یعنی تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تک۔ اس کے بعد اگر نیت کرے گا تو معتبر نہ ہوگی۔ زبان سے نیت کرنی فرض نہیں۔ لیکن بہتر اور مستحب یہ ہے کہ سحر کا کھانا کھا کر اس طرح نیت کر لیا کرے۔ ﴿وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ﴾ اگر افطار کے وقت ہی نیت کر لے تب بھی جائز ہے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نیت کے بعد کھانا پینا جائز نہیں یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ صبح صادق ہونے سے پہلے کھانا پینا وغیرہ بلاشبہ درست ہے، نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

ان باتوں کا بیان جن سے روزہ نہیں جاتا:

بھول کر کھانا پینا روزہ کو نہیں توڑتا بلا اختیار حلق میں گرد و غبار یا مکھی یا مچھر چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا آٹا پیسنے والے اور تمباکو کوٹنے والے کے حلق میں جو آٹا وغیرہ اڑ کر جاتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کان میں پانی چلا جائے یا خود بخود قے آئے یا خواب میں غسل کی حاجت ہو جائے یا قے آ کر خود بخود لوٹ جائے ان سب باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور کچھ خلل نہیں آتا۔ آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں جاتا۔ خوشبو سونگھنے سے کچھ خلل نہیں آتا۔ بلغم نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگر قصداً قے کی مگر تھوڑی سی (یعنی منہ بھر سے کم) تو روزہ نہیں جاتا۔ تھوڑی سی قے آئی اور قصداً لوٹا کر نگل گیا تو اس میں اختلاف ہے اگر روزہ میں کوئی بھول کر کچھ کھا پی رہا ہے اور قوی و تندرست ہے، تو اس کو یاد دلا دینا ضروری ہے۔ اگر ضعیف ہو تو اس سے تو نہ یاد دلانا درست ہے۔ اگر خود بخود مسواک وغیرہ

کرنے سے دانتوں سے خون نکلے لیکن حلق میں نہ جائے تو روزہ میں خلل نہیں آتا اگر خواب میں یا صحبت کرنے سے رات کو غسل کرنے کی حاجت ہوئی اور صبح صادق ہونے سے پہلے غسل نہ کیا تو روزہ میں خلل نہیں آتا۔ اگر دن کو سوتے ہوئے غسل کی حاجت ہوگئی تو روزہ میں ذرہ بھی نقصان نہیں آتا۔

جن باتوں سے قضا واجب ہوتی ہے:

کان میں یا ناک میں دوا ڈالنا قصداً منہ بھر کے قے کرنا۔ منہ بھر قے آئی تھی اس کو نگل جانا کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلے جانا۔ یہ سب چیزیں روزہ کو توڑنے والی ہیں۔ مگر صرف قضا آئے گی۔ کفارہ واجب نہیں، کنکر یا لوہے، تانبے وغیرہ کو نگل جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور صرف قضا واجب ہوگی۔ دن باقی تھا غلطی سے سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہوگیا روزہ کھول لیا تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں۔ جان بوجھ کر بدوں بھولنے کے صحبت کرنا، کھانا پینا روزہ کو توڑتا ہے اور قضا بھی واجب آتی ہے اور کفارہ بھی، کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے اس کی طاقت نہ ہو تو متواتر ساٹھ روزے رکھنا۔ اس کی بھی نہ طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا۔ (مفصل حال کسی عالم سے دریافت کرلو)

جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہوتا ہے اور جن چیزوں سے مکروہ نہیں ہوتا:

بلا ضرورت کسی شے کو چبانا یا نمک وغیرہ کا ذائقہ دیکھ کر تھوک دینا مکروہ ہے۔ قصداً منہ میں تھوک اکٹھا کرکے نگل جانا مکروہ ہے۔ تمام دن ناپاک رہنا سخت گناہ ہے اور روزہ مکروہ ہو جاتا ہے، فصد کرانا، پچھنے لگوانا روزہ میں مکروہ ہے غیبت بدگوئی لڑائی جھگڑا روزہ کو مکروہ کر دیتے ہیں۔ اور ثواب بہت کم رہ جاتا ہے۔ مسواک کرنا سر پر یا مونچھوں پر تیل لگانا مکروہ نہیں سرمہ لگانے یا سرمہ لگا کر سو جانے سے روزہ میں خلل نہیں آتا۔ ناواقف لوگ جو مکروہ سمجھتے ہیں، بالکل غلط ہے، خوشبو سونگھنا مکروہ نہیں۔ اگر بیوی کو اپنے خاوند، نوکر کو اپنے آقا کے غصہ کا اندیشہ ہو تو کھانے کا نمک چکھ کر تھوک دینا مکروہ نہیں۔

روزہ نہ رکھنے کی اجازت کا بیان:

اگر مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو رمضان میں روزہ نہ رکھے۔ تندرستی کے وقت قضا کرے۔ اگر روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض کے زیادہ ہو جانے کا خوف ہو۔ تب بھی روزہ چھوڑ دینا جائز ہے، پھر قضا رکھے حاملہ کو اگر بچے یا اپنی جان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑ دینا اور قضا کر لینا جائز ہے، اپنے یا غیر کے بچے کو دودھ پلاتی ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے ضرر ہو تو قضا کر لینا جائز ہے۔ ہمارے کوس کے چھتیس کوس یعنی انگریزی اڑتالیس میل کا سفر ہو یا اس سے زیادہ ہو وہ سفر شرعی کہلاتا ہے یعنی ایسے سفر میں مسافر کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔ واپس آنے کے بعد قضا کرے۔ اگر کوئی مسافر دوپہر سے پہلے اپنے وطن پہنچ گیا اور اب تک کھایا پیا نہیں تو اس پر واجب ہے کہ روزہ پورا کرے کیونکہ اب اس کا سفر عذر باقی نہیں رہا۔ اگر کوئی شخص کسی تیز سواری یا ریل میں دو تین گھنٹہ میں اڑتالیس میل پہنچ جائے گا۔ تو اس کے لئے بھی سفر کی رخصت یعنی نماز کا قصر اور افطار کی اجازت حاصل ہو جائے گی۔ بہت بوڑھا ضعیف جس کو روزہ میں نہایت شدید تکلیف ہوتی ہے۔ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے پونے دو سیر گندم (وزن انگریزی) مسکین کو دے، لیکن اگر پھر کبھی طاقت آ جائے گی تو قضا رکھنی ضروری ہوگی۔ عورت کو اپنے معمولی عذر (یعنی حیض) کے ایام میں روزہ رکھنا درست نہیں۔ اسی طرح پیدائش کے بعد جتنے روز خون آوے، جب خون بند ہو جائے روزہ رکھنا چاہئے۔ جن لوگوں کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے ان کو بلا تکلیف سب کے سامنے کھانا پینا نہیں چاہئے بلکہ تعظیم رمضان المبارک لازم ہے۔

روزہ توڑنے کا بیان اور قضا رکھنے کا ذکر:

فرض روزہ کو بلا کسی شدید تکلیف اور قوی عذر کے توڑنا جائز نہیں۔ پس اگر ایسا سخت بیمار ہو گیا کہ روزہ نہ توڑے تو جان کا اندیشہ غالب ہے یا بیماری بڑھ جانے کا احتمال قوی ہے یا ایسی شدید پیاس لگی ہے کہ مر جائے گا۔ تو روزہ توڑ ڈالنا جائز بلکہ واجب ہے۔ اگر کسی عذر سے روزے قضا ہو گئے ہوں تو جب عذر جاتا رہے تو جلد ادا کر لینا چاہئے کیونکہ زندگی کا بھروسہ نہیں۔ کیا خبر موت آ جائے، اور فرض ذمہ رہے۔ مثلاً بیمار کو مرض سے صحت پانے کے بعد اور مسافر کو سفر سے آنے کے بعد جلد ادا کر لینا چاہئے۔ قضا رکھنے کا وقت پایا۔ لیکن قضا ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو مناسب ہے کہ وارث ہر روزے کے بدلے

پونے دو سیر گندم صدقہ کریں اور اگر مال چھوڑ گیا ہے اور روزے کے صدقہ کی وصیت کر گیا ہے تو ادا کرنا لازم اور واجب ہے۔

سحر کھانے کا بیان اور فضیلت:

روزے کے لئے سحر کھانا مسنون ہے اور باعث ثواب ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سحر کھایا کرو کہ اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ پیٹ بھر کر کھائے بلکہ ایک یا دو لقمہ یا چھوہارے کا ٹکڑا یا دو چار دانے چبا لے گا تب بھی سنت کا ثواب پائے گا۔ افضل اور بہتر یہ ہے کہ رات کے آخری حصہ میں صبح صادق ہونے سے ذرا پہلے کھا لے اور اگر دیر ہوگئی اور گمان غالب یہ ہے کہ صبح ہوگئی (اور کچھ کھایا) تو شام تک رکھنا اور پھر قضا رکھنا لازم ہے اور اگر کسی مرغ یا موذن نے صبح صادق سے پہلے اذان دے دی۔ تو سحر کھانے کی ممانعت نہیں۔ جب تک کہ صبح صادق نہ ہو جائے۔

روزہ افطار کرنے کا بیان:

آفتاب غروب ہو جانے کے بعد افطار میں دیر نہ کرنی چاہئے۔ البتہ جس روز ابر ہو احتیاط کے لئے دیر کرنا بہتر ہے۔ کھجور یا خرما سے افطار کرنا مسنون اور باعث ثواب ہے۔ اور یہ نہ ہوں تو بہتر ہے آگ کی پکی ہوئی چیز مثلاً روٹی، چاول شیرینی وغیرہ سے افطار کرنے سے ہرگز کراہت اور نقصان روزے میں نہیں آتا البتہ بہتر یہ ہے کہ کوئی پھل وغیرہ دوسری چیز ہو اور خرما، کھجور سب سے اوّل ہے اگر کسی دوسرے کی دی ہوئی چیز روزہ افطار کرو گے۔ تو ثواب ہرگز کم نہ ہوگا۔ اس کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے ثواب عطا فرمائے گا پھر تم اسے واپس کر کے کیوں تخیل کھلاتے ہو البتہ یہ مال حرام یا مشتبہ ہو تو ہرگز قبول نہ کرو حدیث وفقہ سے ثابت ہے اگر روزہ افطار کرنے اور کھانے پینے کی وجہ سے مغرب کی نماز و جماعت میں دس،۱۰ بارہ منٹ کی تاخیر کر دی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اور افطار کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لینا کافی ہے۔ ﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ﴾ اور افطار کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے ﴿ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

تراویح اور وتر کا بیان:

عشاء کے فرض اور سنت کے بعد بیس ۲۰ رکعت تراویح باجماعت مسنون ہے بعض لوگ جو بارہ ۱۲ یا آٹھ بتلاتے ہیں، درست نہیں۔ اگر حافظ بلامعاوضہ پڑھنے والا مل جائے۔ تو تمام رمضان میں ایک قرآن مجید ختم کردینا چاہئے۔ اس قدر زیادہ پڑھنا مکروہ ہے۔ جس سے اکثر مقتدیوں کو تکلیف ہو اور تین دن سے کم میں ختم کرنا اچھا نہیں۔ اگر تراویح میں دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا۔ اور پوری چار پڑھ کر سلام پھیرا تو ان چاروں کو دو جگہ شمار کرنا چاہئے۔ چارنہ سمجھے جس شخص کی دو چار رکعت تراویح رہ گئی وہ امام کے ہمراہ باجماعت وتر پڑھ لے اور پھر اپنی باقی تراویح ادا کرے۔ تو درست ہے جس شخص کو عشاء کے فرض باجماعت نہیں ملے وہ وتر کو امام کے ساتھ باجماعت پڑھ سکتا ہے۔ جو حافظ روپے کی طمع میں قرآن مجید سناتا ہے۔ اس سے وہ امام بہتر ہے جو الم ترکیف سے پڑھائے۔ اگر اجرت مقرر کرکے قرآن مجید سنا جائے تو نہ امام کو ثواب ہوگا نہ مقتدیوں کو اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں سخت گناہ ہے نابالغ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں ہدایہ وغیرہ سے ایسا ہی ثابت ہے۔

اعتکاف اور شب قدر کا بیان:

اخیر عشرہ میں اعتکاف سنت ہے اگر تمام بستی میں کوئی بھی نہ کرے تو سب کے ذمہ ترک سنت کا وبال رہتا ہے۔ اعتکاف اس کو کہتے ہیں کہ اعتکاف کی نیت کرکے مسجد میں رہنا اور سوائے حاجت ضروری اور غسل وضو کے باہر نہ آنا۔ خاموش رہنا اعتکاف میں ہرگز ضروری نہیں البتہ نیک کلام کرنا اور بدکلامی اور لڑائی جھگڑے سے بچنا چاہئے اعتکاف اس مسجد میں ہوسکتا ہے جس میں پنجگانہ نماز جماعت سے ہوتی ہو۔ اگر پورے اخیر عشرہ کا اعتکاف کرنا ہو تو بیس تاریخ کو آفتاب غروب ہونے سے پہلے مسجد میں چلا جائے اور جب عید کا چاند نظر آئے تو اعتکاف سے باہر ہو یہ بھی جائز اور باعث ثواب ہے کہ وہ روز یا ایک آدھ گھنٹے کے لئے اعتکاف کی نیت سے اعتکاف کے لئے مسجد میں رہے۔ شب قدر کا رمضان کے اخیر عشرہ میں ۲۱۔ ۲۳۔ ۲۵۔ ۲۷۔ ۲۹ کو ہونا احادیث میں وارد ہے۔ لہذا ان مخصوص راتوں میں بہت محنت سے عبادت میں مشغول رہنا چاہئے۔

صدقۃ الفطر کا بیان:

صدقۂ فطر اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس ضروریات خانہ کے علاوہ ساڑھے باون تولے چاندی یا اسی قدر وزن کے چاندی کے روپے ہوں یا زیور یا مال و جائیداد یا تجارت کا مال ہو یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اسی قدر وزن کی اشرفیاں یا زیور ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ اس پر سال بھی گزر گیا ہو اگر کسی کے پاس مال بہت ہے لیکن قرض اس قدر ہے کہ ادا کیا جائے۔ تو ساڑھے باون تولہ چاندی یا اسی قیمت کا اسباب باقی نہیں رہتا تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں جس شخص کے پاس مذکورہ بالا مال یا اس سے زیادہ ہو وہ اپنی طرف سے بھی صدقۂ فطر ایک آدمی کا بوزن انگریزی پونے دو سیر گندم ہیں۔ یا ان کی قیمت اور جو ساڑھے تین سیر ہے۔ اپنے عزیز و اقارب سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

ایک شخص کو کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر دیا جائے تو درست ہے اور اگر ایک آدمی کا صدقۂ فطر دیا جائے تو درست ہے اور اگر ایک آدمی کا صدقۂ فطر کئی محتاجوں کو دے دیں تو بھی درست ہے عید کی نماز سے پہلے ادا کر دینا بہت زیادہ ثواب کا باعث جس نے عذر سے یا غفلت سے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے بشرطیکہ مذکورہ بالا مقدار مال رکھتا ہو۔ صدقۂ فطر موذن یا امام وغیرہ کو اجرت میں دینا جائز نہیں اور مسجد کی تعمیر اور اس کے مصارف میں لگانا بھی درست نہیں۔

رؤیت کا بیان:

اگر مطلع صاف ہوگا تو رمضان اور عید کے چاند میں بہت سے لوگوں کا دیکھنا معتبر ہوگا۔ ایک یا دو کے قول کی سند نہیں۔ اگر مطلع صاف نہیں تو رمضان کے چاند میں ایک مسلمان کا خبر دینا کافی ہے خواہ مرد یا عورت بشرطیکہ فاسق نہ ہو اور عید کے لئے دو مرد ہوں یا ایک مرد دو عورتیں اور یہ کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ کہ چاند دیکھا ہے اور شرط یہی ہے کہ فاسق اور بدکار نہ ہوں۔

ترکیب نماز عید:

پہلی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ آخر تک پڑھے اور دوسری و تیسری تکبیر میں ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں اور چوتھی تکبیر میں پھر باندھ لئے جائیں۔ امام فاتحہ و سورت پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں۔ دوسری رکعت میں بعد فاتحہ و سورت کے تین بار تکبیر کہیں اور ہر بار ہاتھ اٹھا کر چھوڑتے رہیں اور چوتھی تکبیر پر رکوع کریں۔ اس نماز کا وقت آفتاب بلند ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔ بعد نماز امام خطبہ ماثورہ پڑھے اور مقتدی خاموشی کے ساتھ سنیں۔ نماز عید الفطر سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا مستحب ہے۔

نوٹ: یہ سب مسائل حدیث و فقہ کی معتبر کتابوں سے لکھے گئے ہیں۔

کیا واقعی جمہوریت عین اسلام ہے؟

عمران یوسف زئی

آج کل اکثر اخبارات وجرائد اور الیکٹرانک میڈیا میں فلسفہ وفکر کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اگر مغربی مادر پدر آزاد جمہوریت اسلامی نہیں ہے تو کم از کم ''اسلامی جمہوریت'' ضرور عین اسلام ہے۔ دراصل جملہ اسلامی احکام کو پس پشت ڈال کر اپنے فہم سے اسلام کے اصولوں کو بدل کر اس کا نام اسلامی جمہوریت رکھ دیا گیا ہے۔ اس بارے میں چند سوالات ذہن میں آتے ہیں، اس موضوع پر کام کرنے والے علماء سے یہ سوالات ہیں۔

(۱) کیا ایسا ملک اسلامی ملک ہوگا جس میں ایک قانون محض اس لیے ملکی قانون بنتا ہے کیونکہ اس کو اکثریت نے قبول کر لیا، نہ کہ اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے؟ کیا اللہ کے احکام قبول کرنے اور نہ کرنے کے لیے رائے شماری کرانا شرعاً جائز ہے؟ پس اس بنیاد پر پاکستان کا ''اسلامی جمہوری نظام'' اسلامی کہلائے گا، جہاں قرآن وسنت کو ملکی قانون بننے کے لیے ۳۴۲ قانون سازوں کی اکثریت کی اجازت کی ضرورت ہے؟

(۲) کیا خلافت راشدہ کے دور میں بھی اللہ کے احکامات کو اکثریتی رائے کی توثیق کے بعد نافذ کیا جاتا تھا؟ حضرت ابوبکرؓ کا اکثر صحابہؓ کی رائے کو مسترد کرتے ہوئے بیک وقت مرتدین کے خلاف قتال، حضرت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف لشکر کشی کو کس تناظر میں دیکھا جائے گا؟ کیا اس عمل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابوبکرؓ کا طریقہ حکمرانی جمہوریت سے مختلف تھا۔

(۳) کیا جمہوری نظام اللہ کے رسول ﷺ لے کر آئے تھے یا یہ یونانیوں کی اختراع اور مغرب کے سیکولر معاشرے کا پروان شدہ نظام ہے؟

(۴) کیا اسلامی جمہوریت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی آیات یا نبی ﷺ کی احادیث پیش کرنے پر بحث ختم ہو جاتی ہے اور آیات اور احادیث خود بخود ملکی قانون اور آئین کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں؟

(۵) کیا اللہ اور رسول ﷺ کے صریح احکامات کو ملکی قانون بننے کے لیے اکثریتی ووٹ کا محتاج ہونا چاہیے؟ کیا قانون سازی کا یہ طریقہ کار قرآن وسنت میں وارد ہوا ہے؟

(۶) کیا سود کی حرمت، اسلام کے نفاذ کا حکم اور دشمن کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا قتل عام کے بارے میں قرآن وسنت میں قطعی احکامات وارد نہیں ہوئے؟ اگر ہاں ہے تو پھر پاکستان میں ان تمام قوانین سے متصادم قوانین کس نے بنائے ہیں؟ کیا اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اقتدار اعلیٰ درحقیقت اللہ کی بجائے انسانوں کو حاصل ہے؟

(۷) کیا اسلامی جمہوریت میں اللہ کے احکام پر اسمبلی کے غیر مسلم ارکان بھی ووٹ کا حق نہیں رکھتے؟ یا ان کا ووٹ اسلامی عالم رکن اسمبلی سے کم درجہ رکھتا ہے؟۔

(۸) کیا قرآن کی کسی آیت یا نبی ﷺ کی کسی حدیث، کسی قول صحابیؓ، تابعین، تبع تابعین کے کسی فرمان اور ائمہ کرام وسلف مجتہدین نے کہیں جمہوریت کو اسلام کی روح یا نظام قرار دیا؟ جبکہ جمہوریت نبی ﷺ کی آمد سے ہزار سال قبل موجود ہے۔

(۹) کیا جمہوریت میں نظام خلافت کی طرح عورت کی حکمرانی حرام، اسلام کے نفاذ کی بیعت انعقاد و بیعت اطاعت، نفاذ اسلام کی شرط کے ساتھ تاحیات حکمرانی اور ایک سے زیادہ اسلامی حکمران (خلیفہ) کی ممانعت کے پہلو موجود ہیں؟

(۱۰) کیا جمہوریت اوباما، براؤن، پیوٹن، سرکوزی، بش، اور ہلیر کا کام نہیں؟ اگر ہے تو کیوں نہ ان کو اسلام کے اصل اور حقیقی مبلغ داعی اور مجاہد قرار دیا جائے؟

(۱۱) اگر قومی اسمبلی دور جدید کا اجتہاد ہے تو کیا قومی اسمبلی میں اختلاف رائے کو اجتہاد کا اختلاف، ۳۴۲ ارکان اسمبلی کی مختلف آراء کو مختلف فرقے، غیر مسلم ارکان اسمبلی سمیت تمام ارکان اسمبلی کو مجتہدین و امام کہلایا جانا کیوں درست نہیں؟

(۱۲) اگر قومی اسمبلی دور جدید کا اجتہاد ہے تو ہماری موجودہ خارجہ، مالیاتی، تعلیمی، معاشی، معاشرتی، دعوت اسلامی، اور میڈیا پالیسیاں اور پولیس اور فوج اور جہاد کے محکمے نظام حکومت، بین الاقوامی تعلقات وغیرہ کون سی آیات اور احادیث پر مبنی ہے؟ ویسے کیا ان پالیسیوں کو مرتب کرنے سے پہلے قرآن وحدیث کو دیکھنے کا تکلف بھی کیا گیا ہے؟۔

(۱۳) کیا "اسلامی جمہوریت" کی خارجہ پالیسی دعوت و جہاد (بمعنی قتال) کے ذریعے اسلام کو تمام دنیا تک پہنچانے کی ہوتی؟ یا جمہوریت کے نزدیک اسلام کے جہاد کے احکامات (نعوذ باللہ) فرسودہ ہو چکے ہیں؟۔

(۱۴) امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، انڈیا وغیرہ میں حکمران چننے کے لیے الیکشن منعقد ہوتے ہیں۔ الیکشن سے منتخب حکمران اپنے فیصلوں کے لیے مشورہ بھی کرتا ہے اور اکثریت کی بنیاد پر فیصلے کرتے ہیں (شوریٰ) مسلمان نماز، روزہ، اور حج بھی آزادانہ ادا کرتے ہیں (مذہبی آزادی) پاکستان کی طرح مساوات اور انصاف کے اصولوں کا دعویٰ بھی کرتے ہیں (برابری اور انصاف) اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ بھی ان کے آئینوں میں درج ہے (اقلیتوں کا تحفظ) اور پاکستان کی طرح جہاد اور حدود معطل ہیں (انتہاپسندی اور دہشت گردی کی مخالفت) تو کیا یہ سارے ممالک در حقیقت اسلامی ممالک نہیں ہیں؟

....

(۱۵) اگر وفاقی شرعی عدالتوں میں شریعت سے فیصلے ہوتے ہیں تو دیگر تمام عدالتوں میں کس چیز سے فیصلے کیئے جاتے ہیں؟ کیا دیگر عدالتوں میں انگریز کے بنائے ہوئے قوانین (CPC,CRPC) کے مطابق فیصلے غیر آئینی ہیں؟ اگر نہیں! تو انگریز کے قوانین چلانے والا آئین کیسے اسلامی ہے؟۔

(۱۶) پاکستان کا ''اسلامی جمہوری'' آئین صدر، وزیر اعظم، گورنر، وزراء اعلیٰ اور وفاقی وزیر کو فرائض کی انجام دہی میں کسی غفلت، لاپرواہی یا دیگر جرائم پر قانونی کارروائیوں سے مبرا قرار دیتا ہے (آرٹیکل ۲۴۸ آئین پاکستان)۔ یہ امر اسلام کے ایک بدو اور ایک عورت سمیت تمام امت کو خلیفہ کا احتساب کرنے کے حق تفویض کرنے سے کیسے مطابقت رکھتی ہے؟ مزید برآں NRO سترویں ترمیم اور اینٹی ٹیررزم کے قوانین کس طرح اسلام سے مطابقت رکھتے ہیں؟ ان پر متجددین کے فتاویٰ کیا ہیں؟۔

(۱۷) اسلامی ریاست (خلافت) تمام اسلامی مقبوضہ علاقوں کو کفار کے قبضے سے چھڑانے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ خواہ وہ فلسطین ہو، چیچنیا، اسلامی ترکستان کشمیر، عراق ہو یا افغانستان۔ کیا اسلامی جمہوری پاکستان کا آئین بھی ریاست پاکستان کو یہ ذمہ داری تفویض کرتا ہے، یا اسلامی جمہوری پاکستان صرف امریکی جنگوں کے ٹھیکے لیتی ہے؟

(۱۸) کیا اسلامی جمہوری پاکستان کا آئین مرتد پر اسلامی سزا کا نفاذ، اسلام کے علاوہ دیگر ادیان کی تبلیغ کی ممانعت اور غیر مسلموں سے حفاظت کے بدلے جزیہ لینے کے احکامات رکھتا ہے؟۔

(۱۹) کیا پاکستان کا آئین معاشرے کے لیے مقاصد شریعہ کا لحاظ رکھنے کا حکم دیتا ہے یا مغربی انسانی حقوق کا؟ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتا ہے یا آزادیٔ اظہار رائے کا؟ مساوات مرد و زن کے مغربی اصولوں کو مقدس جانتا ہے یا اسلام کے مطابق اپنا اپنا رول ادا کرنے کی بات کرتا ہے؟ (انگریز کے) قانون کی حکمرانی کی بات کرتا ہے یا شریعت کی بالادستی کی؟ کیا انہی اصولوں کو بھارت، برطانیہ، امریکہ، فرانس، اور جرمنی وغیرہ کے سیکولر آئین بھی مقدس نہیں جانتے؟

(۲۰) اگر اسلامی جمہوریت عین اسلام ہے تو کیوں نہ جناب صدر زرداری کا نام جمعہ کے خطبوں میں لیا جائے؟ صدر زرداری کو سمعنا و اطعنا (ہم نے سنا ہم نے اطاعت کی) کی بیعت دی جائے، آصف علی زرداری کو ''امیر المومنین آصف علی زرداری'' کے نام سے پکارا جائے، ان کے نام کا سکہ جاری کیا جائے، وہ ہمارے جمعہ کے اجتماع کی امامت کریں اور مسجدوں میں ان کی درازیٔ عمر کے لیے دعائیں کی جائیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین سیاسی علماء کرام اس بارے میں مفتیان؟ ....

انوارِ انوری

احوال و واقعات خاتم المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

قسط نمبر: 29

شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد انوری

بہاولپور سے چلتے وقت مولانا غلام محمد شیخ الجامع گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا اور مولانا محمد صادق صاحبؒ سے جو کہ دوم مدرس تھے۔ جامع عباسیہ کے جب مقدمے کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو جائے تو میری قبر پر آ کر آواز دے دینا۔ ہم نے یہ بات سن تو معمولی بات سمجھی۔ جب وصال ہو گیا تو پتہ چلا کہ یہ بھی اپنے وصال کی طرف اشارہ تھا۔

حضرتؒ کے وصال کے کئی ماہ بعد مقدمہ کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا تو مولانا محمد صادق صاحبؒ نے حضرت کی وصیت کو پورا کرنے کے لئے دیوبند کا سفر کیا۔ اور آپ کی قبر مبارک پر روتے ہوئے آواز دی۔ مولانا محمد صادق صاحب کو حضرت شاہؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ اور حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوریؒ سے بیعت تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے دربار میں بالکل خاموش رہتے تھے۔ ویسے بڑے فاضل تھے۔ علوم متبحر تھے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا بہاولپور تشریف لے جانا

مولانا محمد صادق کی زبانی سنیے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ حامداً ومصلیاً

شیخ الاسلام والمسلمین اسوۃ السلف وقدوۃ الخلف حضرت مولانا سید محمد انور صاحب کاشمیری قدس اللہ سرہ العزیز کی بلند ہستی کسی تعارف اور توصیف کی محتاج نہیں۔ آپ کو مرزائی فتنے کے رد و استیصال کی طرف خاص توجہ تھی۔ حضرت شیخ الجامعہ صاحب کا خط شاہ صاحب کی خدمت میں دیوبند پہنچا تو حضرت

ڈابھیل تشریف لے جانے کا ارادہ فرما چکے تھے۔ اور سامان سفر باندھا جا چکا تھا۔ مگر مقدمہ کی اہمیت کو ملحوظ فرما کر ڈابھیل کی تیاری کو ملتوی فرمایا۔ اور ۱۹۔ اگست ۱۹۳۲ء کو بہاولپور کی سرزمین کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا۔ حضرت کی رفاقت میں پنجاب کے بعض علماء مولانا عبدالحنان خطیب آسٹریلیا مسجد لاہور و ناظم جمعیت علماء پنجاب مولانا محمد صاحب لائل پوری فاضل دیوبند مولانا محمد زکریا صاحب لدھیانوی وغیرہم بھی تشریف لائے۔ ریاست بہاولپور اور ملحقہ علاقہ کے علماء و زائرین اس قدر رجوع ہوئے کہ حضرت کی قیام گاہ پر بعض اوقات بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ اور زائرین مصافحہ سے مشرف نہ ہو سکتے تھے۔ ۲۵۔ اگست ۱۹۳۲ء کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بیان شروع ہوا۔ عدالت کا کمرہ امراء و رؤساء ریاست و علماء کی وجہ سے پر تھا۔ عدالت کے بیرونی میدان میں دور تک زائرین کا اجتماع تھا۔ باوجودیکہ شاہ صاحب عرصہ سے بیمار تھے اور جسم مبارک بہت ناتواں ہو چکا تھا۔ مگر متواتر پانچ روز تک تقریباً پانچ پانچ گھنٹے یومیہ عدالت میں تشریف لا کر علم و عرفان کا دریا بہاتے رہے۔ مرزائیت کا کفر و ارتداد و دجل و فریب کے تمام پہلو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن فرمائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے بیان ساطع البرہان میں مسئلہ ختم نبوت اور مرزا کے ادعاء نبوت و وحی و مدعی نبوت کے کفر و ارتداد کے متعلق جس قدر مواد جمع ہے۔ اور ان مسائل و حقائق کی توضیح و تفصیل کے لئے جو ضمنی مباحث موجود ہیں شاید مرزائی نبوت کی رد میں اتنا علمی ذخیرہ کسی ضخیم کتاب میں یکجا نہیں ملے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے بیان پر تبصرہ کرنا خاکسار کی فکری رسائی سے باہر ہے۔ ناظرین بہرہ اندوز ہو کر حضرت شاہ صاحبؒ کے حق میں دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو اعلیٰ علیین میں مدارج بلند فرماویں۔ آمین۔

علماء اہل حدیث میں سے جو چوٹی کے علماء ہیں وہ بھی حضرت شاہ صاحبؒ کے فضل و کمال کے مداح تھے۔ مولانا ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی نے جب قادیان میں آپ کا بیان سنا تو فرمایا کہ اگر مجسم علم کسی کو دیکھنا ہو تو مولانا انور شاہ کو دیکھ لے۔

دوم۔ مولانا عبدالتواب ملتانی تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالجبار غزنویؒ نے علماء اہل حدیث کے مجمع میں حضرت شاہ صاحبؒ کے علمی کمالات اور بزرگی کا برملا اعتراف کیا۔ مولوی محمد اسمٰعیل

صاحب کو تذ انوفل نے اس مجمع میں کہا تھا کہ مولانا انور شاہ صاحبؒ تو حافظ حدیث ہیں۔ مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم متعدد بار ملاقات فرما کر حضرتؒ سے علمی استفادات فرماتے رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ امرت سر تشریف لاتے رہے۔ علماء اہل حدیث احناف کی نسبت زیادہ سے زیادہ تعداد میں حضرت کی مجالس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اور اس کا اہتمام خصوصی رکھتے تھے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم نے اپنے اخبار اہلحدیث میں حضرت شاہ صاحب مرحوم کے وصال پر ایک طویل مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔ اور اس میں اپنے درد دل کا اظہار کیا ہے۔ اور حضرتؒ کے مناقب اور علمی فضائل بیان کئے ہیں۔ اور محبت بھرے الفاظ میں متعدد ملاقاتوں کا ذکر کیا۔ اور یہ کہا کہ بے نظیر عالم دین رخصت ہوگیا......

اور مصری علماء میں سے علامہ حضرت مولانا محمد زاہد کوثری نے تانیب الخطیب اور متعدد رسائل اور مقالات الکوثری میں جگہ جگہ حضرت شاہ صاحبؒ کے علمی تبحر کا برملا اعتراف کیا ہے۔ کوثری کی یہ سب تصانیف بندہ کے پاس موجود ہیں۔ مقالات کوثری مدینہ منورہ سے بڑی کوشش کے بعد دستیاب ہوئی۔ اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کوثری حضرت شاہ صاحبؒ سے بہت متاثر ہیں۔ عقیدۃ الاسلام مع تحیۃ الاسلام کے جدید ایڈیشن سے مولانا مولوی محمد یوسف صاحب بنوری کا مقدمہ پڑھنا چاہیے۔ نیل الفرقدین کی تانیب الخطیب میں بڑی ہی تعریف کی ہے......

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حضرت مولانا محمد طاسین صاحب آپ کا ہدیہ متبرک خطبات واکفار الملحدین دو عدد نسخے پہنچا۔ الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ ہدیہ کیا تھا ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ جس پر آپ بہت شکریہ کے اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نے اکفار الملحدین کا اردو ترجمہ کر کے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان عظیم فرمایا ہے۔ حضرت مولانا مخدومنا شیخ المحدثین محمد انور شاہ کشمیریؒ کی شاید روح کتنی خوش ہوئی ہوگی اور مولانا محمد ادریس کے کتنے مدارج عالیہ بلند ہوئے ہوں گے۔ ان کے لئے یہ ترجمہ سرمایۂ آخرت ہے۔ اور تمام دنیا کے مسلمانوں پر بڑا ہی

••

احسان عظیم ہے اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ خوش رکھیں۔ مجلس علمی کیا ہے ایک خوان نعمت ہے۔ جس کو آپ نے مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی نفع کے لئے بچھا رکھا ہے۔ اور ہر وقت اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے تقسیم کرتے رہتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست...... تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مولانا حاجی محمد صاحب سملکی ثم افریقی بڑے ہی خوش قسمت تھے کہ خدا نے ان کو اس طرف متوجہ کیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ ان کے علوم کو کوئی اپنے لفظوں میں دنیا تک پہنچا دے۔ اکفار الملحدین تو دنیا بھر میں پہلی کتاب ہے جس میں اصول تکفیر مدوّن فرمائے گئے ہیں۔ گویا یہ کتاب حضرت کی ایک الہامی کتاب ہے۔ عقیدۃ الاسلام کو بھی آپ نے دوبارہ شائع کیا۔ اور تحیۃ الاسلام کو ساتھ ہی ملا دیا۔ اس سے علما کو بہت فائدہ ہوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ خواہش تھی کہ ضرب الخاتم میں جو حوالے دیے گئے ہیں اس کی عبارتیں مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے جمع کی تھیں۔ وہ بھی اگر چھپ جائیں تو یہ بڑی خدمت ہوگی۔ ضرب الخاتم بڑی ضروری کتاب ہے۔ جس کو علما بھی کم سمجھتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ جتنا ڈاکٹر محمد اقبال ضرب الخاتم کو سمجھے ہیں اتنا کوئی مولوی بھی نہیں سمجھا۔ اگر اس کے ساتھ حوالہ جات کی عبارتیں بھی شامل کر دی جائیں تو یہ بہت بڑی خدمت ہوگی۔ خطبات کے شروع میں جو نماز سے متعلق آپ نے مضمون دیا ہے وہ بڑا ہی قیمتی ہے۔ آپ اگر سید سلیمان ندویؒ کے سیرت النبی کے حوالہ کی بجائے اگر امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات شریفہ سے اقتباسات لیتے تو بہت اچھا ہوتا۔ کیونکہ حقیقت صلوٰۃ تک رستہ حاصل کرنے والے یہی محقق علماء ربانی ہیں۔ جو حقیقت صلوٰۃ تک پہنچتے ہیں۔ اور ان پر حقائق منکشف ہوتے ہیں

میں جب ۱۹۳۹ء میں حج بیت اللہ کو گیا۔ یہ جنوری ۱۹۳۹ء کا واقعہ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کا وصال مئی ۱۹۳۳ء میں ہو گیا تھا۔ یعنی ۳ صفر ۱۳۵۲ھ۔ یہ واقعہ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ کا ہے اس وقت مولانا عبید اللہ صاحب مرحوم سندھی مکہ مکرمہ میں تھے۔ جس دن میں بعد نماز مغرب ان کی زیارت کے لئے گیا۔ وہ مصلیٰ مالکی کے پاس بیٹھے تھے۔ میرے ساتھ میاں جان صاحب ملفوف تھے۔ جب ملاقات ہوئی تو مولانا عبید اللہ نے دریافت فرمایا کہ تو نے کس سے پڑھا۔ اور تو کس سے بیعت

ہے۔ میں عرض کیا کہ حدیث تو حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ سے پڑھی اور بیعت حضرت مولانا محمود الحسن یعنی شیخ الہندؒ سے کی۔ اس پر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بہت خوش ہوئے۔ پھر فرمایا کہ جب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حرمین شریفین میں تشریف لائے تو فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مشاہدہ کا حج کرایا۔ میں نے جب کعبۃ اللہ کی دیواروں کو ہاتھ لگایا تو یوں محسوس ہوا کہ یہ دیواریں پتھر کی تو نہیں بلکہ نور کی دیواریں ہیں گویا تجلیات کعبہ ان پر منکشف کر دی گئیں۔ ان کے نورانی ہاتھ نور کی دیواروں کو محسوس کرنے لگے۔ پھر فرمایا جب میں روضہ مطہرہ پر مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور روضہ اقدس کی دیواروں کو ہاتھ لگایا تو معلوم ہوا کہ یہ دیواریں بھی نور کی بنی ہوئی ہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی محدث دہلویؒ نے انجاح الحاجہ میں لکھا ہے۔ کہ

ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ۔ یہ تو مشاہدہ ہے۔ اور فان لم تکن تراہ فانہ یراک یہ حضوری ہے۔ اگر آدمی نماز طریقہ پر پڑھے۔ اور ذکر اذکار بھی کرتا ہو۔ حتیٰ کہ اس کو باری تعالیٰ روح کا ذکر نصیب کرتے ہیں۔ تا آنکہ اس کا بال بال ذاکر ہو جائے تو اس کو حضوری نصیب ہو جاتی ہے۔ اگر روح کے ذکر کے بعد ذکر سر بھی نصیب ہو تو اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہو اور اس میں استعداد بھی ہو تو مشاہدہ بھی نصیب ہو سکتا ہے۔ مگر اس میں محنت درکار ہے ارحنی یا بلال اور الصلوٰۃ معراج المومنین اور المصلی یناجی ربہ اور وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ وغیرھا احادیث کا مطلب اس پر کھل جاتا ہے۔ گویا علم تقلیدی سے نکل کر علم تحقیقی نصیب ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا عبد القادر رائپوری قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ ایک دفعہ گنگوہ تشریف لے گئے۔ تو فرمایا کہ حضرت میرے لئے دعا فرمائیں۔ کہ مجھے نماز پڑھنی آ جائے۔ سبحان اللہ کہ حضرت کو نماز ہی کا فکر رہا۔ کہ نماز صحیح طریقے پر پڑھنا آ جائے۔ حضرت گنگوہی سے دعا کروائی یہ بات حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری نے کئی دفعہ فرمائی تھی۔

نماز! نماز!! نماز!!! اے مسلمانو!!!

مولانا حذیفہ وستانوی

اللہ رب العزت نے کائنات کو وجود بخشا، بنی آدم کو اشرف الخلائق بنایا، اور اشرف الخلائق کو ایک عظیم مقصد سے پیدا کیا، اور وہ ہے عبادت: ”وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ“ ”میں نے انسان اور جنات کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔

حدیث میں ہے: ”اَلدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَ اَنْتُمْ خُلِقْتُمْ لِلْآخِرَۃِ“ ”دنیا تمہارے لیے بنائی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں اللہ کی عبادت کرنے کے لیے کوئی نہیں تھا، اس لیے انسان اور جنات کو عبادت کے لیے پیدا کیا، کہ قرآن کے بیان کے مطابق ”مَا مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ“ ”کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح وتحمید نہ کرتی ہو۔ حیوانات ہی نہیں، نباتات و جمادات تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہے، مگر ان کے اذکار، تسبیحات وتحمیدات اختیاری نہیں تو اللہ نے انسان کو وجود دے کر اسے اختیار دیا کہ ”فَمَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَ مَنْ شَاءَ فَلْیَکْفُرْ“ جس کو ایمان لانا ہو وہ ایمان لائے اور جسے کفر کرنا ہو کفر کرے۔ گویا انسان اپنے اختیار سے ذکر اور عبادات کرتا ہے۔

گویا سمجھ کر عاجزی اور اختیار کے ساتھ اللہ کو یاد کرنا، یہی اصل عبادت ہے اور اس کا صدور انسان اور جنات ہی سے ہوسکتا ہے، گویا انسان اور جنات کی عبادت اور ذکر دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں ممتاز ہے، اسی لیے ان دونوں جماعتوں کو عبادات میں کامیابی کی صورت میں جنت اور اللہ کی خوشنودی ورضامندی جیسی انتہائی عظیم نعمتیں دی جائیں گی اور عقل، سمجھ دینے کے باوجود ناکامی کی صورت میں انتہائی خطرناک سزا جہنم اور اللہ کی ناراضگی کی صورت میں بطور سزا دی جائے گی۔ جب کہ ان دونوں کے سوا دوسری مخلوق کو نہ جزا بصورت جنت اور سزا بصورت جہنم میں مبتلا کیا جائے گا۔ اور عبادتوں میں ام العبادات اور اصل العبادات نماز ہے مگر امت کا

ایک بڑا طبقہ اس سے اعراض کر رہا ہے، لہٰذا قرآن وحدیث اور علمائے مسلمین کے اقوال کے روشنی میں ہم ترک صلوٰۃ کی سزا پر امت کو باخبر کرنے کی کوشش کرنے جا رہے ہیں، اللہ ہم سب کو موت تک اسلام وایمان پر قائم ودائم رکھے، اور ایمان واسلام کے تقاضوں کو اخلاص کے ساتھ بجالانے کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین!

اسلام اور ایمان:

ایک ہے اسلام اور ایک ہے ایمان، ایمان کے ارکان ہے: ایمان باللہ و ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب السماویہ، ایمان بالرسل، ایمان الآخرت، ایمان بالقدر، ایمان بالبعث۔ یعنی ان تما چیزوں کا دل اقرار کرنا اور زبان سے اس کا بولنا۔

ان چھ چیزوں کو ارکان ایمان کہا جاتا ہے۔ ایمان بالآخرۃ اور بالبعث کو ایک گردانا گیا ہے، آخرت کے بعد بعث بعد الموت کا تکرار اس لیے ہے کہ عام طور پر مرنے کے بعد زندہ ہونے کو لوگ نہیں تسلیم کرتے، لہٰذا یوم آخرت کے بعد اخیر میں والبعث بعد الموت کا اضافہ تاکید کی غرض کیا گیا ہے، اگر ان میں کسی ایک کا بھی انکار کر دیا جائے، تو انکار کرنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، مثلاً کوئی اللہ کو ایک مانے اور نبی کا انکار کر دے، یا بعث بعد الموت کا انکار کر دے، یا ملائکہ کے وجود کا انکار کر دے، یا قدر کا انکار کر دے تو وہ مؤمن نہیں ہو سکتا، اگر ان میں سے کسی چیز کے بارے میں شک بھی کرے تو دین سے خارج ہو جاتا ہے۔

ایمان کا تعلق قلب سے ہوتا ہے، اسی لیے کوئی آدمی اپنے مؤمن ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا قرآن کہتا ہے: "قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَ لَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا" اعرابی کہتے ہیں کہ ایمان لے آئے اور مؤمن ہو گئے، آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے البتہ یہ کہو کہ اسلام لے آئے۔ شیخ الاسلام فقیہ العصر، مفکر ملت حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب (أدام الله ظله علينا و بارك الله في عمره و عمله و نفع به المسلمين) فرماتے ہیں: سچا مسلمان ہونے کے لیے صرف کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے بلکہ دل سے اسلامی عقائد کو ماننا اور اپنے آپ کو اسلامی احکام کا پابند سمجھنا ضروری ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن: ص ۱۵۸۶)

اسلام کے ارکان پانچ ہیں (بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا

اللّٰہُ وَ اِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَاءُ الزَّکٰوۃِ وَ صَوْمُ رَمَضَانَ وَ حَجُّ الْبَیْتِ)کلمۂ شہادت کا تلفظ کرنا، نماز کی پابندی اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنا، زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا۔

ان میں تین میں عموم ہے یعنی ہر کس وناکس مسلمان پر فرض عین ہے، اور دو اصحاب استطاعت کے ساتھ خاص ہے، نطق بالشہادۃ، اقامۃ الصلوۃ اور صوم رمضان یہ عام ہیں۔ زکوۃ اور حج بصرف اغنیاء کے اوپر فرض عین ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان میں فرق ہے یا نہیں؟ تو حقیقت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، البتہ ایمان کا اطلاق عام طور پر تصدیق قلب اور احوال باطنی پر ایمان ہوتا ہے، اور اسلام کا اطلاق عموماً ظاہری اطاعت اور عمل بالجوارح پر ہوتا ہے، خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری تحریر فرماتے ہیں کہ: تصدیق قلبی جب پھوٹ کر جوارح پر نمودار ہو جائے تو اس کا نام اسلام ہے اور اسلام جب دل میں اتر جائے تو ایمان کے نام سے موسوم ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہا اسلام اور ایمان کی ایک ہی حقیقت ہے، لیکن اختلاف مواطن سے اس کے نام مختلف ہوگئے، اور اگر ایمان صرف قلب ہی میں ہو اور اسلام محض اعضاء پر نمایاں ہو تو یہ مغائر حقیقتیں ہیں، اب ان میں اتحاد نہ ہوگا۔ (فیض الباری:ص۶۹) بحوالہ اسلامی عقیدے:ص۱۵۶-۱۵۷)

بہر حال ارکان ایمان کے اور ارکان اسلام دونوں میں سے کسی ایک رکن کا بھی انکار موجب کفر ہوتا ہے، البتہ انکار کی دو صورتیں ہیں: ایک زبان سے صراحتاً اور ایک عمل نہ کرے، یہ بھی انکار کی صورت ہے، مگر اس پر صریح کفر کا حکم نہیں لگایا جاتا، البتہ اگر بندہ اصرار کے ساتھ کسی فریضہ میں کوتاہی کرتا ہے اور اسی حالت میں موت واقع ہو جائے تو ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، لہٰذا ایمان کی تجدید کے لیے بار بار کلمۂ شہادت " اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ ۔ اور۔ لا الہ الا اللہ اور ایمان مفصل امنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسولہ و الیوم الآخر والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ و البعث بعد الموت " وغیرہ کا ورد کرتے رہنا چاہئے، اسی طرح " رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و

بمحمد نبیا و رسولا" کو بھی وقتاً فوقتاً پڑھتے رہنا چاہیے، اور اسلام کو بچانے کے لیے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کا خوب اہتمام کرنا چاہیے، خاص طور پر نماز کو تو کسی بھی صورت میں نہیں چھوڑنا چاہ

یے، نماز کے خاطر جان و مال، عزت کسی کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ کیوں کہ مومن کے لیے سب سے بڑی پونجی ایمان، جو اسے اس کی جان و مال، آبرو اور عزت سب سے زیادہ محبوب ہونی چاہیے۔

ترک صلوٰۃ اور قرآن:

ترک صلوٰۃ اکبر الکبائر میں سے ہے کیوں کہ قرآن و حدیث میں اس کی انتہائی تاکیدیں واقع ہوئی ہیں، اللہ کا ارشاد ہے: "یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ" جس دن (یعنی قیامت کے دن) ساق سے پردہ اٹھایا جائے گا اور لوگوں (اللہ) کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے تو (مجرمین) سجدہ نہ کرسکیں گے۔ (سورۃ قلم:۴۲)

ابن القیم تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنے والوں کا شمار قیامت کے دن مجرمین میں ہوگا، اور قرآن کی اصطلاح میں مجرمین کا اطلاق کفار پر ہوتا ہے، اور وہ اللہ کے سامنے باوجود ہزار کوششوں کے سجدہ ریز نہ ہوسکیں گے؛ گویا ترک صلوٰۃ کفر کے قریب پہنچا دیتا ہے۔

(کتاب الصلوٰۃ: ص۳۴)

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے: "کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ • اِلَّا اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ • عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ • مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ • قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ" ہر شخص اپنے کرتوت کی وجہ سے گروی رکھا ہوا ہے، سوائے داہنے ہاتھ والوں کے، جنت میں وہ گنہگاروں کا حال دریافت کریں گے کہ تم کو کون سی چیز نے جہنم میں پہنچایا تو کہیں گے، ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ جہنم میں انسان کو سب سے زیادہ جس چیز کے دنیا میں نہ کرنے کا افسوس

ہوگا اور نماز کے نہ پڑھنے کا؛ اسی لیے وہ کہے گا، جہنم میں آنے کی منجملہ اسباب کے ایک نماز کا ترک ہے، اور وہ اس کو مقدم رکھے گا۔ لہٰذا اے لوگو! آؤ نماز کا اہتمام کرتے ہیں، قبل اس کے کہ ہمیں
جہنم میں جانے کے بعد اس پر افسوس کرنا پڑے، جب کہ افسوس بے سود ہوگا۔ لہٰذا موقعہ ہے اس کو غنیمت جانیے اور آج سے پختہ عہد اور عزم مصمم کر لیجیے کہ ان شاء اللہ نماز ہرگز نہیں
چھوڑیں گے۔

اور ایک مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

"فَإِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ" (التوبہ:۱۱) پس اگر وہ لوگ توبہ کرلے اور نماز قائم کرنے لگے تو تمہارے دینی بھائی ہیں، صاحب اضواء البیان علامہ شنقیطیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کے ساتھ نماز پڑھنے کو لازم قرار دیا ہے، لہٰذا اگر کوئی نماز نہ پڑھے تو دینی بھائی ہی نہیں، گویا کافر ہوگیا، عمداً تعمداً تساہلاً نماز ترک کرنا گویا باعث کفر ہے۔ (اضواء البیان:۴/۳۱۱)

ہم کہتے ہیں کہ اگر چہ کافر تو نہ ہوگا البتہ کفر کے قریب پہنچ جائے گا، اور ہوسکتا ہے کہ موت سے پہلے پہلے قضا اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں بغیر ایمان کے رخصت ہو جائے، اور کل قیامت کے دن اس بے نمازی کا کفار کے ساتھ حشر ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

"فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا"۔ (سورۃ مریم:۵۹)

اَلْغَيُّ، جہنم کی ایک وادی ہے جو خاص طور پر ان کے لیے بنائی گئی ہے جو عمداً نماز کو ترک کرتے ہیں۔ صاحب تعظیم قدر الصلوٰۃ فرماتے ہیں: "اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا" کہا تو معلوم ہوا کہ عمداً نماز کو ترک کرنے والا کافر ہو جاتا ہے، کیوں کہ توبہ اور ایمان کے ساتھ ہی عمل صالح کی بھی شرط لگائی گئی ہے۔ (ہم کہتے، البتہ کافر تو نہ ہوگا مگر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا، اسے توبہ بھی کرنی ہوگی، اور آئندہ اس پر مداومت بھی)۔ (تعظیم قدر الصلوٰۃ:۱۱۹)

ایک جگہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے:

"فلا صدّق و لا صلّی"۔

ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم نے اس آیت میں ایمان کی دو ضدیں بیان کی: ایک نبی کی تصدیق نہ کرنا اور دوسرے نماز نہ پڑھنا۔ گویا عمداً نماز کو ترک کرنا کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ (کتاب الصلوٰۃ:۳۸)

"وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَ اسْتَکْبَرَ وَ کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ" (بقرہ:۳۴)

امام اسحاق ابن راہویہ فرماتے ہیں کہ جب ابلیس کو ایک سجدے کا حکم ہوا اور انکار پر اور سجدہ نہ کرنے پر کافر قرار دیا گیا تو جو شخص دن رات میں متعدد (فرائض و واجب نمازوں کے تقریباً چالیس اور سنن مؤکدہ کے چوبیس یعنی کل ۶۴) سجدے ترک کرے اس کے بارے میں بھی کفر کے علاوہ اور کونسا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ (التمہید:۴/۲۲۶)

ذرا غور کیجئے! ہم مؤذن کے بار بار بلانے اور اللہ کے بار بار "اقیموا الصلوٰۃ" کہنے کے باوجود بھی نماز ادا نہ کریں۔ ایک ایک دن میں ۶۴، ۶۴ سجدے کرنے سے انکار کردیں تو کل ہمارا کیا حشر ہوگا؟ یاد رکھو قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

ایک مقام پر اللہ کا ارشاد ہے:

"وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ لَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ"۔ (روم:۳۱)

علامہ ابن نصر فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک کی علامت نماز کو چھوڑنا ہے۔

فویل للمصلین کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سعد ابن وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جب

وقت پر نماز ادا نہ کرنے کی صورت میں ہلاکت کی بد دعا دی جا رہی ہے تو چھوڑنے کی صورت میں تو کفر کے سوا اور کیا ہوگا؟

تو معلوم ہوا کہ نماز کو اس کے وقت پر جماعت کے ساتھ پڑھنے کا مکمل اہتمام کرنا فرض اور واجب ہے مگر افسوس عصر حاضر کے مسلمانوں پر کہ انہوں نے مادیت کے پیچھے دین کو اور دین کے اہم ستون نماز کو بھی خیر آباد کہہ دیا میرے دوستو نماز چھوڑ کر ہم نہ دنیا میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور نہ آخرت میں سرخ رو ہو سکتے ہیں ہماری دارین کی کامیابی کا مدار ہی نماز ہے، کوئی کچھ بھی کہے میرے خیال میں ہماری ذلت ونکبت اور تنزلی کا سبب رئیسی اجتماعیت کا نماز سے تغافل اور تساہل ہے۔

ترک صلوۃ اور احادیث:

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان حد فاصل نماز ہے۔ (مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ جو نماز کا اہتمام نہیں کرے گا اس کا حشر کل قیامت کے دن ہامان، فرعون اور ابی ابن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (احمد، دارمی) یعنی جس طرح روسا، کفار کو سخت سزا ہوگی اسی طرح نماز ترک کرنے والے روسا، عصیات ٹھہرے، لہذا انہیں بھی سخت سزا ہوگی، یعنی مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخت سزا نماز ترک کرنے والوں کو ہوگی۔

ڈاکٹر عبد الحی عارفی فرماتے ہیں: اگر ہم اپنے ایمان اور اسلام کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اور دنیا وآخرت کے خسران سے بچنا چاہتے ہیں تو جو طریقہ اللہ تعالی نے اپنی رحمت کاملہ سے ہمارے دین کی حفاظت کے لیے بنا دیا ہے اور اسے ہمارے لیے قوی ومستحکم قلع بنا دیا ہے، اس کو عمل میں لاؤ اور وہ نماز ہے۔

نماز دین کا ستون ہے، نماز ہی ایسی چیز ہے جس میں اللہ تعالی نے ایسی قوت رکھی ہے کہ جس سے تقاضائے ایمانی پیدا ہوتے ہیں، اور شرف انسانیت کا شعور پیدا ہوتا ہے، مگر ہم لوگوں نے اسے روزمرہ کا ایک معمول سمجھ لیا ہے، اور اس کی کوئی قدر اور اہمیت ہمارے اندر نہیں اور یہ ہماری بڑی محرومی ہے۔

****

نماز کی اہمیت کا انداز اس سے بھی ہوتا ہے کہ وصال کے وقت آخری وصیت جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لیے فرمائی تو وہ یہ ہے: "الصلوۃ الصلوۃ وما ملکت ایمانکم"۔

یعنی نماز کی پابندی کرو اور اپنے ماتحتوں کا خیال رکھو یہ بات دو مرتبہ ارشاد فرمائی اسی سے نماز کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ آخری وقت بھی نماز ہی کی تاکید فرمارہے ہیں معلوم ہوا کہ ہمارا ایمان صلوۃ ہی کی پابندی سے محفوظ ہے، اس کی بڑی قدر کرو۔

نماز ترک کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے یہ اللہ جل شانہٗ کی حکم عدولی ہے کہ دنیا میں بھی اس کا وبال بھگتنا پڑتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی بڑی سنگین سزا ہے، اپنے وقت کا انضباط کرلو انشاءاللہ اس سے بڑی برکت ہوتی ہے اور سب ضروری کام آسان ہوجاتے ہیں، اور دل میں سکون رہتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نماز سے زیادہ اہم ایمان کے بعد کوئی چیز نہیں مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج ہماری مسجدیں ویران ہیں امت کا ایک فیصد طبقہ بھی نمازی نہیں جب ہم نے نماز جیسی اتنی بڑی عبادت ہی کو جو ایمان کا ستون ہے ترک کردیا تو ہم سے بڑا کون مجرم ہوسکتا ہے، حالاں کہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک، امام ابن قیم جوزی، امام عبداللہ ابن المبارک، امام اسحٰق ابن راہویہ، امام ابن تیمیہ، امام ابن منصور (رحمہم اللہ) کی تحقیق کی مطابق علماء متقدمین کی اکثر اور موخرین کی بڑی تعداد جان بوجھ کر اور سستی کی وجہ سے فرض نماز کے ترک کرنے والے کو کافر اور مرتد قرار دیتے ہیں، اگر توبہ کریں تو ٹھیک ورنہ اسے سزائیں قتل کردینے کو لازم قرار دیتے ہیں، البتہ امام ابوحنیفہؒ اور اصحاب رائے اور امام سفیان ثوری، امام مزنی وغیرہ اسے کافر اور واجب قتل نہیں قرار دیتے ہیں مگر یہ لوگ اسے سخت سزا دینے کے قائل ہیں، عبداللہ سنقیلی فرماتے ہیں: عمداً بلاوقفہ نماز کو ترک کرنے والا کفر اصغر کا شکار ہوجاتا ہے، یعنی کفر کے قریب قریب پہنچ جاتا ہے (حکم تارک الصلوۃ: ۲۱)

بے نمازی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بد نصیب کہا ہے، حدیث میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا بد نصیب کون ہے؟ صحابہ نے کہا اور اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں تین مرتبہ کہا، اور پھر فرمایا بد نصیب بے نمازی ہے، کیوں کہ اس کو دنیا اور آخرت سے کوئی حصہ نہیں۔ (قرۃ العیون)

اے مسلمانو! نماز نماز نماز نماز کا مکمل اہتمام آج ہی سے شروع کر دیجیے اپنے پچھلے گناہوں پر توبہ کیجیے آج ہی قضا نمازوں کا اندازہ لگا کر پڑھنا شروع کر دیجیے، اپنے متعلقین و متوسلین کو بھی نماز پر آمادہ کیجیے، رب کعبہ کی قسم اگر ہم سب مل کر آج یہ عہد کریں گے کہ تو اپنی مسجدوں کو آباد کردیں گے، خشوع وخضوع اور پورے اہتمام کے ساتھ نماز با جماعت کا آغاز کردیں گے تو ہمارے معاشرے کی دیگر چھوٹی بڑی برائیاں خود بخود فرو اور ختم ہونا شروع ہو جائے گی، کیوں کہ قرآن کا اعلان ہے: ''اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْکَرِ'' (عنکبوت:۴۵) نماز بے حیائیوں اور برائیوں سے روکتی ہے۔

عزیزو! ایک نماز کو درستگی سے پڑھنا شروع کر دیجیے، دنیا وآخرت کی کامیابیاں قدم بوسی کریں گی، ذلت ونکبت چھٹ جائے گی، سربلندی وعزت میسر ہو جائے گی، اللہ اور اس کے رسول راضی ہو جائیں گے، جو سب سے بڑی کامیابی ہے۔ **ذالک ھو الفوز العظیم!**

اے اللہ! تو ہمیں خشوع وخضوع کے ساتھ نماز کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرما اور ایسی نماز پڑھا دے جس سے تو راضی ہو جائے اور اس کی برکت سے جنت کو ہمارے لیے مقدر کر دے اور جہنم کو ہم پر حرام کر دے۔

اللھم وفق۔ اللھم وفق۔ اللھم وفق

میرا مدرسہ

(مولوی محمد شاہد)

باسمہ سبحانہ وتقدس۔ نحمدک یا من شرح صدورنا ویسرلنا امورنا وحلل عقدۃ من لساننا یفقہو قولنا

اللہ کی ذات سے تمام شرور وفتن سے حفاظت کی دعا کرتے ہوئے اور اللہ کے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی یوم محشر میں شفاعت کی امید کے ساتھ اپنی بات کا آغاز کرتا ہوں۔

بندہ عرصہ دراز سے جامعہ علیہ اسلامیہ سے منسلک ہے اور اپنے بزرگوں کی چھاؤں میں اپنی اصلاح کے اندر مصروف ہے۔ کافی عرصہ سے دل میں یہ خیال تھا کہ کچھ باتیں کچھ خصوصیات اپنے ادارے کی اپنے قلم سے تحریر کروں۔ لیکن ہمت نہیں پڑ رہی تھی لیکن بزرگوں کی حوصلہ افزائی نے ہمت بڑھائی تو چند خصوصیات اپنے ادارے کی تحریر کر رہا ہوں۔

ہمارے بزرگ حضرت اقدس مولانا ابن انیس حبیب الرحمن لدھیانوی دامت برکاتہم جن کے زیر سایہ بندہ اپنی زندگی بسر کر رہا ہے۔ ان کی زیر سرپرستی اس وقت تین ادارے کام کر رہے ہیں۔

(۱) مدرسہ جامعہ علیہ اسلامیہ للبنین (۲) مدرسہ جامعہ علیہ اسلامیہ للبنات (۳) الانیس اسلامک گرامر سکول۔

میں تینوں اداروں کا مختصر تعارف آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جامعہ علیہ اسلامیہ للبنین وللبنات۔ ۱۹۲۷ء میں قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کی خواہش پر ان کے خلیفہ حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانویؒ نے قائم کیا۔ یہاں پر مدرسہ ولی مسجد کے نام پر مسجد قائم ہوئے پھر اس میں تجوید القرآن کے نام سے مدرسہ بنایا گیا۔ ۱۹۹۲ء میں پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینیؒ کے مشورے سے اس کا نام تبدیل کرکے ''جامعہ علیہ اسلامیہ'' رکھ دیا گیا۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں حفاظ تیار ہوئے اور اس وقت نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے مختلف ملکوں میں دینی تعلیم وتربیت کو فروغ دینے کا اہم کام کر رہے ہیں۔

اس کے شعبہ جات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) شعبہ حفظ قرآن با تجوید (۲) بنین میں شعبہ کتب میں متوسطہ تا رابعہ اور بنات میں شعبہ متوسطہ تا عالیہ (۳) شعبہ عصری علوم میں نرسری، مڈل، میٹرک، ایف اے، بی اے تک تعلیم کا انتظام ہے۔ (۴) باقاعدہ کمپیوٹر لیب (۵) تعلیم کے ساتھ تربیت۔

ہر شعبہ اپنی خصوصیات کا حامل ہے۔ حفظ قرآن کے ساتھ نماز، دعائیں، کلمے یاد کرانے کا انتظام ہے۔ انگلش، ریاضی، اردو، حساب وغیرہ کو ملکی نصاب تعلیم کے مطابق انتہائی محنت کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے جن کو گورنمنٹ کے بورڈ میں براہ راست امتحان دے سکتے ہیں ...

جامعہ کے طلباء کا میٹرک اور ایف اے میں نتیجہ نہ صرف سو فیصد درست آیا ہے بلکہ اس میں ہمارے طلباء نے نمایاں کامیابی بھی حاصل کی ہے۔

ہمارے ادارے کا باقاعدہ وفاق المدارس پاکستان سے بھی الحاق ہے، ہمارے ادارے میں تمام دینی کتب وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق مکمل کرائی جاتی ہیں، ان میں کسی بھی کتاب کی تعلیم میں کمی نہیں کی جاتی۔ اس کے باوجود ہمارے محنتی اساتذہ لگن کے ساتھ پڑھاتے ہیں جس کی وجہ سے دینی اور عصری علوم کی تعلیم میں کوئی کمی نہیں آتی۔

شعبہ کتب میں ہمارے ادارے کی ترتیب باقی مدارس سے علیحدہ ہے۔ ہمارے ہاں صبح ظہر سے پہلے وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق اسباق مکمل کرائے جاتے ہیں۔ پھر نماز ظہر کے بعد عصری تعلیم کے اسباق پڑھائے جاتے ہیں۔ ہماری سب سے بڑی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عصری تعلیم کا اثر وفاق المدارس کے نصاب پر نہ پڑے۔ جو بچہ وفاق المدارس کے نصاب کو چھوڑ کر عصری تعلیم پر زیادہ زور دیتا ہے اس کے لیئے پھر ہمارے ادارے میں کوئی جگہ نہیں ہوتی۔

نماز عصر کے بعد باقاعدہ بچوں کو جسمانی ورزش کے ساتھ کھیل کود کی اجازت ہوتی ہے۔ نماز مغرب کے بعد حفظ قرآن کے بچے اپنا سبق یا گردان وغیرہ یاد کرتے ہیں۔ اور درجہ کتب کے بچے تکرار وغیرہ کرتے ہیں۔ نماز عشاء کے بعد باقاعدہ فضائل اعمال کی تعلیم ہوتی ہے۔ جس میں اساتذہ سمیت بچے شریک ہوتے ہیں۔ فضائل کے ساتھ ساتھ اساتذہ اور والدین کیا احترام کی تلقین کی جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک گھنٹہ تکرار و مطالعہ کے لیئے دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اساتذہ کی نگرانی میں بچے سلائے جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں بیرونی بچوں کی رہائش اور کھانے کا معقول انتظام ہے۔ لانڈری کا بہترین انتظام ہے، جو بچے خود اپنے کپڑے دھونا چاہیں ان کے لیئے صابن وغیرہ کا بھی انتظام ہے۔

بچوں کے بیمار ہونے کی صورت میں باقاعدہ علاج جامعہ کی طرف سے اچھے ڈاکٹر سے کرایا جاتا ہے۔ چاہے اس پر جتنی بھی زیادہ رقم خرچ ہو۔

الامین اسلامک گرامر سکول۔ اس میں دور حاضر کی جدید تعلیم کا پورا انتظام ہے اس میں جید اساتذہ کی زیر نگرانی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل شعبہ جات ہیں۔

(۱) شعبہ حفظ القرآن (اختیاری) ناظرہ لازمی (۲) شعبہ عصری تعلیم نرسری تا میٹرک (۳) کمپیوٹر لیب (۴) جدید لیبارٹری (۵) جدید لائبریری (۶) انگریزی اور عربی زبان میں مہارت۔

آیئے اپنے بچے کا مستقبل سنوارنے اور اپنی آخرت بنانے کے لیئے جامعہ ملیہ اسلامیہ فیصل آباد کی سپر تی میں داخلہ حاصل کریں۔ اللہ پاک ہمارے اس ادارے کو نظر بد سے بچائے اور دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

****

مسلمانوں! ہوشیار رہو، اپنا ایمان بچاؤ

کچھ عرصہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ نا سمجھ افراد یورپی ممالک میں جا کر سیاسی پناہ حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کر کے وہاں کے محکموں میں بیان حلفی داخل کراتے ہیں۔ اس کے پیچھے قادیانی لابی متحرک ہے۔ اس پر ہمیں کئی دفع لوگوں نے سوالات بھیجے ہیں

(۱)۔ کیا ایسا شخص مسلمان رہ جاتا ہے؟

(۲)۔ کیا ایسے شخص کے ساتھ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کیا جا سکتا ہے؟

(۳) اگر ایسا شخص پہلے سے شادی شدہ ہے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہی یا نہیں، وہ اب کیا کرے؟

(۴)۔ کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہو سکتی ہے، اگر ہو سکتی ہے تو اس کی کیا شکل ہے؟

جواب

(۱)۔ امت مسلمہ اور پاکستان اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ ان پر وہی احکام لاگو ہوتے ہیں جو کہ دوسرے تمام غیر مسلم لوگوں پر ہوتے ہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص جناب محمد ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو غیر کے سامنے قادیانی ظاہر کرتا ہے تو ایک طرح سے علی الاعلان وہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے، وہ شخص نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج ہے بلکہ مرتد بھی ہے۔

(۲)۔ کسی بھی غیر مسلم اور خصوصاً مرتد کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔

(۳) اگر کوئی شخص شادی کے بعد قادیانی ہو گیا تو اس کی بیوی کا نکاح بروئے شریعت باقی نہیں رہا۔ وہ عورت اس مرتد سے طلاق لیے بغیر عدت پوری کر کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

(۴) ایسے شخص کی توبہ عام طریقہ سے قبول نہیں۔ اس کی توبہ صرف اس شکل میں قبول ہو سکتی ہے کہ وہ اسی محکمہ میں جائے جس میں اس نے پہلے اپنے آپ کو قادیانی بنا کر پیش کیا تھا۔ یہ کہے کہ میں نے آپ کے محکمے سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ میں قادیانی ہوں۔ اب میں وضاحت کرتا ہوں کہ میں قادیانی نہیں ہوں۔ اس کے بعد وہ توبہ کرے۔ اس کے بغیر توبہ قبول نہیں۔ کیونکہ قادیانی ہر سال اسی قسم کے محکموں سے لوگوں کے قادیانی ہونے کی تصدیق کروا کر دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی رپورٹ شائع کرتے ہیں کہ دیکھو اس سال اتنے لوگ قادیانی ہو گئے ہیں۔

منجانب۔ ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی، فیصل آباد
مولانا حاجی اکرم شاد، نیویارک (امریکہ)

MONTHLY MAGAZINE **Millia** FAISALABAD PAKISTAN
JAMIA MILLIA ISLAMIA
Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@hotmail.com Fax # 041-8724335